علماء دیوبند کی کتاب اپنے دیوبندی عالم دین کے رد میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوا من بعدی غرضا فمن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فبغضی ابغضہم ۔ الحدیث

القول السدید

فی جواب

استخلاف یزید

مولوی لعل شاہ صاحب کی کتاب استخلاف یزید کے بارے میں ملک بھر کے مقتدر علماء حق، محققین، مورخین اور مفتیان عظام کی آراء عالیہ اس مختصر کتاب میں محض عامۃ المسلمین کی رہنمائی کے لئے جمع کی گئی ہیں۔

استخلاف یزید کتاب میں صحابہ دشمنی بالخصوص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف انتہائی غلیظ مواد جمع کرکے سبائیت کی مکمل تائید کی گئی ہے۔ واللہ یقول الحق وہو یہدی السبیل

مرتبہ

ادارۂ تحریر ——— جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک

ناشر: کتب خانہ مدنیہ لائق علی چوک واہ کینٹ

سٹاکسٹ۔ جامعہ عربیہ اشاعت القرآن حضرو

عرضِ حال

الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذی
ھم نجوم الھدی ونطق فی شانھم التورات والانجیل والقرآن
واختارھم اللہ لصحبتہ نبیہ امام الانبیاء والمرسلین وبشرھم اللہ
بالمغفرۃ والرضوان

توحید ورسالت پر ایمان کے بعد اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ومحبت ضروری ہے۔ کیوں کہ صداقت قرآن ہو یا رسالت رسول ص اس کے گواہ یہی لوگ ہیں۔ قرآن وسنّت کی معجزانہ تاثیر سے حیرت انگیز انقلاب کا نمونہ بھی صحابہ

کرامؓ ہی ہیں۔ اسی وجہ سے امت سلفاً خلفاً دفاع الصحابہ پر عامل رہی ہے۔ ہر دور میں جب صحابہؓ پر طعن وتشنیع، الزامات واتہامات کی مہم چلائی گئی تو علماء وقت نے قرآن وسنّت کے براہین قاطعہ سے ان کا رد کیا۔

ابو بکر بن عربیؒ۔ علامہ ابن تیمیہؒ۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ۔ مجدد الف ثانیؒ۔ شاہ ولی اللہؒ۔ شاہ عبد العزیزؒ۔ حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے علماء صلحاء اپنے اپنے ادوار میں اس خلاف اسلام مہم کے خلاف کام کرتے رہے ہیں۔ ان تمام بزرگان دین کی تصانیف آج بھی الزامات صحابہؓ کے خلاف صفائی میں مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔

مصنّف "استخلاف یزید" مولوی لعل شاہ صاحب نے قریباً ڈیڑھ سال قبل جب یہ کتاب شائع کی تو مجاہد ملّت، قاطع شرک وبدعت، استاذ العلماء شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ نے کتاب دیکھنے کے بعد اس کتاب کے مندرجات سے سخت اختلاف فرمایا۔ ہمیں ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کا رد لکھنا فرض ہے۔ کل اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دیں گے کہ صحابہ رسول ص پر کیچڑ اچھالا گیا۔ جس کا دفاع ہم نے نہ کیا:

اس کتاب کی اشاعت سے پہلے ہی حضرت شیخ القرآنؒ نے مصنّف "استخلاف یزید" کے اس نظریہ کی وجہ سے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی نہیں مانتے بلکہ کاتب فرامین کہتے ہیں جیسا کہ "منہاج الکرامۃ" کے

شیعہ مؤلف نے لکھا ہے۔ منہاج الکرام صہ ۳۹۔ ان سے بائیکاٹ کر دیا تھا۔ اور کئی بار انہوں نے ان کے جلسوں میں بھی تشریف لانے سے صاف انکار فرما دیا اور فرمایا کہ :۔

"میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی کی وجہ سے اگر مودودی صاحب کی جماعت کو چھوڑ سکتا ہوں تو مولوی لعل شاہ صاحب کون ہیں۔ جہاں صحابہؓ کی محبت ہمارے دلوں میں ہے وہاں کسی کی نہیں"۔

حضرت شیخ القرآن نے اس کتاب کی مکمل تردید لکھوانے کے لئے ۷ اپریل ۱۹۷۹ء کو مولانا السید نور الحسن شاہ بخاری ملتان کی طرف اپنا مکتوب گرامی دستی بھیجا۔ جس میں اس کی تردید کے لئے کتاب کی طباعت کے تمام اخراجات خود برداشت کرنے کا لکھا۔ اور اس مکتوب میں جس کا عکس قارئین کرام آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے اپنی دو ٹوک۔ اور اعلاء کلمۃ الحق طبیعت کے مطابق فرمایا کہ اس کتاب میں "حضرت معاویہؓ کے متعلق بکواس کئے گئے ہیں"۔

حضرت شیخ القرآنؒ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ ہم "استخلاف یزید" کے اقتباسات علماء کرام و مفتیان عظام کی خدمت میں پیش کر کے فتوی لیں۔ اور آخری سفر عمرہ پر روانگی سے قبل آپ نے فرمایا تھا کہ واپسی پر میں اس کتاب کے خلاف واہ کینٹ میں جلسہ عام کروں گا ـــــ مگر افسوس کہ ع

رہیں دل کی حسرتیں دل ہی میں کہ نشان قضا نے مٹا دیا

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ مئی ۱۹۸۰ء کو دوبئی میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

شیخ القرآن مرحوم کی حیات میں ہم جناب شاہ صاحب کے پاس گئے۔ اور کتاب کے بعض غلط مواد کے متعلق ان سے استفسار کیا۔ مگر شاہ صاحب اپنی "تحقیق" پر ہی قائم رہے۔

بعد میں ہم نے ان سے طے کیا کہ حضرت شیخ القرآن مولانا محمد طاہر صاحب مدظلہ اور شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدین صاحب مدظلہ کی ثالثی میں "استخلاف یزید" کے معترض علیہ مقامات پر گفتگو ہو جائے۔ دونوں بزرگوں کی خدمت میں ایک ایک نسخہ پیش کیا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ حضرت مولانا محمد طاہرؒ علیل ہو گئے اور تا حال صحت یاب نہیں ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ "صحت یاب ہونے پر انشاء اللہ پہلا کام یہی کروں گا"۔

ادھر "استخلاف یزید" کو شیعہ علماء نے راولپنڈی۔ ٹیکسلا۔ واہ۔ اٹک اور کئی مقامات پر یہ کہہ کر پیش کیا کہ ہمارے مسلک حق کی طرف علماء اہل سنت اور بالخصوص دیوبندی علماء رجوع کر رہے ہیں۔

مودودی صاحب کی خلافت و ملوکیت نے صحابہ کرام خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جو زہریلی فضا قائم کی تھی اس سے متاثر لوگوں نے بھی

"استخلافِ یزید" کو جا بجا مودودی صاحب کی تائید میں پیش کیا۔
اس فتنہ کے سدِّباب کے لئے ہم نے وہ تمام آراء جو ملک بھر کے مقتدر علماء کرام سے استخلافِ یزید کتاب کے بارے میں لی ہیں وہ شائع کر رہے ہیں۔ یہ اقتباسات آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیے۔

ان نرید الا الاصلاح ما استطعنا۔ وما توفیقنا الا باللہ۔

ادارۂ تحریر
محمد جابر۔ عبدالسلام۔ محمد امتیاز۔ خدام تدریس
جامعہ عربیہ اشاعت القرآن۔ حضرو
۴ر جمادی الاول ۱۴۰۱ھ
۱۲ر مارچ ۱۹۸۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین ایسے شخص کے بارے میں جو مندرجہ ذیل نظریات صحابہؓ کے بارے میں رکھتا ہو اور یہ عبارات اس شخص مذکور کی شائع شدہ کتاب "استخلافِ یزید" کی ہیں۔
مصنف مذکور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:-

۱- راقم السطور کہتا ہے کہ رحمتِ خداوندی نے دستگیری کی۔ امت صدیق اکبرؓ کی بیعت پر متفق ہو گئی۔ اگر بالفرض ان پر امت متفق نہ ہوتی اور بیعت

خلافت کے لئے وہ تلوار اٹھاتے تو وہ بھی یقیناً ملوکیت ہوتی خلافت راشدہ نہ ہوتی۔ (استخلاف یزید صہ ۵۳۴)

اس کے برعکس یہی مصنف حضرت علیؓ کے بارے میں لکھتا ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہوتا یعنی (شیعان علیؓ ان کی نافرمانیاں کرتے) تو حضرت علیؓ کی شان میں کوئی کمی نہ ہوتی البتہ قوم کی شقاوت اور بدنصیبی ہوتی کہ اس نے امام برحق خلیفہ راشد کی اطاعت سے سرتابی کی ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ اگر قوم کی بدعنوانیوں سے تنگ آکر پکار اٹھتے ہیں کہ ربِّ انی لا املک الا نفسی واخی تو بتایئے ان کی نبوّت میں کون سا فرق آیا۔ (استخلاف یزید صہ ۵۲۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مصنف مذکور اپنی کتاب مذکور میں لکھتا ہے۔

۲۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت انصار موجود تھے اور سعد بن عبادہ کے سوا جمیع انصار نے بیعت کر لی تھی..... البتہ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عباسؓ کے قلوب مکدّر تھے کہ ہم سے بے اعتنائی برتی گئی ہے اور ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا۔ حالاں کہ ہم اس امر کے مستحق تھے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان اس بارے میں غیر مبہم ہے کہ اگر ہم بعجلت معاملہ نہ کرتے اور مشورہ تک معاملہ ملتوی کرتے تو فساد کا اندیشہ تھا۔ تاہم حضرت عمرؓ کو زندگی بھر اس کوتاہی کا ملال رہا۔

چنانچہ جب کلب عقور نے انہیں زخمی کیا اور آپ قریب المرگ ہو گئے۔ اصحاب رسولؐ عیادت کو حاضر ہو رہے تھے۔ عمّ رسولؐ حضرت عباسؓ بھی تشریف لائے۔ دیکھا تو حضرت عمرؓ کو متاسف پایا۔ گویا کسی ذہنی کشمکش اور کرب و اضطراب میں ہیں۔ عرض کیا، امیر المومنین! یہ کیا جزع فزع ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن مصاحبت کی ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو کر گئے ہیں۔ پھر ابوبکرؓ کی مصاحبت کی وہ بھی آپ کی حسن مصاحبت سے راضی گئے۔ پھر مسلمانوں کی صحبت کا یہی حال رہا۔ اگر آپ ہم سے جدا ہو گئے تو وہ سب آپ سے راضی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ ساری باتیں جو تو نے کی ہیں درست ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ مجھ سے راضی ہو گئے (ماتری بی من جزعی فھو من اجلک واجل اصحابک) لیکن تو جو کچھ میری جزع دیکھ رہا ہے وہ تیری وجہ سے اور تیرے اصحاب کی وجہ سے ہے۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت جب کہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی ہی تھی۔ کہ انہوں نے بیعت ابی بکرؓ کے وقت حضرت عباسؓ اور ان کے اصحاب علیؓ و زبیرؓ کو مشاورت میں شامل نہیں کیا۔ جس کی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں کر چکے تھے۔ لیکن جس مصلحت کے پیشِ نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔

(استخلاف یزید ص ۵۳۵، ۵۳۶)

۳۔ حضرت معاویہؓ کے متعلق صرف چند نمونے درج ذیل ہیں۔

دوسری چیز جس نے حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت کو خلافت کے نہج سے ہٹا دیا ہے۔ وہ بیت المال کا استعمال ہے۔ حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت میں "بیت المال" کا استعمال خلفاء راشدین کے طریقے پر نہیں تھا ص ۲۳۴

۴۔ حضرت معاویہ کے احکام میں اکل اموال اور قتل نفس کی ایسی ناگوار صورتیں بھی ہیں جنہیں عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ باطل اور ناحق قرار دیتے ہیں۔ ص ۲۳۷

۵۔ حضرت معاویہؓ کے اعمال صالحہ کا اندازہ ماسوائے علام الغیوب کے کون کر سکتا ہے۔ اور کیا باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی چند لغزشوں اور ثمرات کی وجہ سے ان کے یہ تمام حسنات ضائع ہو جائیں گے؟ حالاں کہ اس رب کریم کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لایضیع اجر المحسنین۔ (ص ۲۵۶)

۶۔ ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ ۴۱ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور ۴۴ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں۔ اور تادم زیست اس سے زیادہ اہم کسی مسئلہ کو نہیں سمجھا جلیل القدر صحابہؓ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے۔ کچھ صحابہ آثار فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے۔ بعض کی آواز سفک دماء اور خون ریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئی

کچھ رو سا مناصب کی وجہ سے مجبور تھے۔ بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے داغ دی گئیں اور بعض کی دہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کر دی گئی۔ اور بعض کو حرص و آز نے سے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں رواں دواں او ر استحکام ولایت یزید کے لئے کوشاں تھے۔ مناصب و عہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں۔ آخر ان کی سعی نامشکور بار آور ہوتی ہے اور یزید بن معاویہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہو چکی تھی۔ پوری امت پر مسلط کر دیا جاتا ہے الخ

(استخلاف یزید ص ۳۱۶)

۷۔ "اقرب الی الاحتیاط یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو کاتب رسول کہا جائے کاتب وحی نہ کہا جائے" ص ۱۳۴

مسلم کی روایت جلد ۲ ص ۳۰۳ جس سے حضرت معاویہؓ کی کتابت وحی ثابت ہوتی، کے بارے میں لکھتا ہے:۔

۸۔ میرے نزدیک اس روایت کا ایک جملہ بھی صحیح نہیں ہے۔ یہ روایت بجمیع اجزائہا و مقاصدہا باطل ہے۔ اسی لئے کسی محدثؒ نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے کا حوصلہ نہیں کیا۔ حیرت ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں کیسے جگہ دی۔ اور تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر نے کیسے ان نازک شاخوں کو کتابت معاویہ کے لئے آشیانہ منتخب کیا ہے۔ ص ۱۳۳

نیز مصنف مذکور لکھتا ہے:۔

۹۔ جاننا چاہئے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ (استخلاف یزید صہ ۱۱۸)

مصنف مذکور صحیح بخاری کی حدیث کے بارے میں لکھتا ہے۔

۱۰۔ اوّل جیشی من امتی یغزون مدینة قیصر مغفورلھم الخ

صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۴۱۰

صحیح بخاری کی یہ روایت امام بخاری کے سوا کسی محدث نے روایت نہیں کی۔

تفرد بہ البخاری دون الکتب الستہ (فتح الباری ج ۶ صہ ۲۲۳)

میرا دعویٰ ہے کہ

یہ روایت، ان الفاظ کے ساتھ راوی کی خود ساختہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل جیش۔ اوجبوا مدینة قیصر مغفورھم کے الفاظ نہیں فرمائے۔

(استخلاف یزید صہ ۳۲۰)

۱۱۔ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں زبانیں مقفل ہو چکی تھیں۔ کہ دو جمعے حضرت معاویہؓ کا ایک خلاف شرع خطبہ سنا اور حاضرین سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ زبان کو جنبش دے۔ کہ امیر المومنین آپ سیدھی راہ سے بھٹک رہے ہیں۔

تیسرے جمعہ ایک اجنبی شخص جرأت کر کے کلمہ حق کہتا ہے۔ تو لوگ اس کے متعلق گمان کرتے ہیں کہ بس یہ ہلاک ہو گیا۔ فقال القوم هلك۔ قوم یہ کیوں کہتی ہے۔ اس لئے کہ قوم جانتی ہے کہ یہاں حق گوئی کی سزا موت ہے۔ وہ کوئی خوش

نصیب ہی تھا کہ بچ نکلا۔ اور انعام و اکرام سے مالامال ہو گیا۔ مجھے اس روایت کے تسلیم کرنے میں سخت تامّل ہے۔ بر تقدیر صحت روایت یہ کرنے کے سوا چارہ نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا۔

استخلاف یزید صہ ۲۷۲

۱۲۔ حضرت معاویہؓ کی خلافت از قسم ملک عضوض تھی۔ صہ ۵۱۰

۱۳۔ حضرت معاویہؓ نے صفین کی جو جنگ قصاص دم عثمانؓ سے لڑی ہے اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے تحت اس جنگ میں حضرت معاویہ باغی تھے۔ صہ ۵۲۶

۱۴۔ یزید نے جہاں زیاد کی مٹی پلید کی ہے وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے فداک ابی و امّی کہہ کر بلائیں لیتے ہیں۔ ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے۔ استخلاف یزید صہ ۱۵۵

۱۵۔ صلح حسنؓ کے بعد حضرت معاویہؓ کی طرف فسق و فجور اور ظلم و تعدّی کی نسبت کرنا ظلم اور تعدّی ہے (یعنی اس سے پہلے یہ نسبت ہو سکتی ہے)

صہ ۱۹۱

۱۶۔ نیز مصنف مذکور تمام صحابہؓ کرام کے بارہ میں لکھتا ہے۔

اگر بالفرض سارے صحابہ عادل نہ بھی ہوتے جب بھی دین کو کوئی خطرہ نہ تھا اگر سارے تابعی عادل نہیں ہیں تو دین کی عمارت بدستور کھڑی ہے تو سارے

صحابہؓ کے عادل نہ ہونے سے کیوں دین کی عمارت پیوند خاک ہوجاتی۔ خصوصاً جب کہ دین کا مدار روایات پر ہے۔ اور تسلیم کر لیا گیا ہے کہ روایت حدیث کے بارے میں سبھی عادل ہیں۔ استخلاف یزید صہ ۴۵ و عدالت صحابہ صہ ۱۳

صدیق اکبرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت معاویہؓ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں مصنف مذکور کے نظریات ان کی دو کتابوں "استخلاف یزید" اور "عدالت صحابہ" سے پیش کئے گئے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے:۔

(۱) کیا ایسے نظریات رکھنے والا شخص اہلسنّت والجماعت سے ہے؟

(۲) یہ نظریات اہلسنت والجماعت کے ہیں؟

(۳) ایسا شخص امامت وخطابت کا اہل ہے؟

بیّنوا توجروا

عبدالسلام

مدرس جامعہ اشاعت القرآن حضرو ضلع اٹک

الجواب

۱۔ رائے گرامی محقق العصر جناب مفتی محمد فرید صاحب۔ دارالافتاء۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ـــ ضلع پشاور

یہ مولوی شیعہ پرور ہے۔ اس نے غیر مستند تاریخی روایات اور ضعیف روایات کی وجہ سے مسلّمہ اصول عدالت صحابہؓ کو نظر انداز کیا ہے۔ اور مستند روایات [illegible] کو اتباع ہوٰی کی وجہ سے خود ساختہ قرار دیا ہے۔ پس بہرحال ایسا شخص [illegible] شیعہ یا شیعہ پرور شخص اہل سنّت والجماعت کی امامت وخطابت کا اہل [illegible]

[illegible] وہو الموفق

محمد فرید عفی عنہ ۲۲ جمادی الاول ۱۴۰۱ھ

دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ نمبر ۱۴۸۴۹
اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

تفصیلی تبصرہ اور رائے عالی

۲- فقیہہ شہیر محدث کبیر استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا **عبدالقدیر** صاحب دامت فیوضہم۔

الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ علی سید الرسل وخاتم الانبیاء۔ امابعد

میری نظر سے کتاب "استخلاف یزید" کے چند اقتباسات گزرے۔ النصح لکل مسلم کی ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے کچھ معروضات پیش خدمت کروں۔ مصنف کتاب کی بعض عبارات میں جو نظریات پیش کئے گئے ہیں وہ بلاشک وشبہ مسلک اہلسنت والجماعت کے خلاف اَفَمَن زُیِّنَ لَہٗ سُوۡءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا الآیۃ کا صحیح مصداق ہیں۔

اس میں واضح الفاظ میں شیعیت کے افکار کا بیج بویا گیا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عموماً اور بعض کی خصوصاً توہین کی گئی ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو خیر القرون کے لقب سے یاد فرما کر سب امت کا

سرتاج بنایا۔ ان کو دین اسلام کے روشن ستارے فرما کہ ان کی تعدیل فرما چکے ہیں لیکن مصنف استخلاف یزید ان سیاروں کی روشنی سے محروم ہو کر ان کی عدالت میں تردد کر رہے ہیں۔

ان کو اولیت کے مقام سے گرا کر تابعین کے ثانوی درجہ میں لے جا رہے ہیں۔ مصنف استخلاف یزید کے تاریک ظرف میں نہ رسول ؐ کے فرمان کی عزت اور نہ خداوند تعالیٰ کے اعلان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی قدر دانی ہے۔

غور کیجئے، الیوم اکملت لکم دینکم سے احکام شریعت کی تکمیل اور اتممتُ لکمُ دینکمُ سے حکومت اسلامیہ کا وجود اور رضیت لکم دیناً سے اس بھیجے ہوئے دین کی صحیح پابندی اور امتثال احکام پر رضامندی، یہ تمام اعلان علیم وخبیر ذات باری تعالیٰ کا ہے۔ پھر کون نہیں جانتا کہ اس علیم وخبیر ذات کی کلام ہے۔ جسے حضرات صحابہ کرام رضؓ کی زندگی کے کل اعمال تا آخر کی خبرداری ہے۔ اس لئے یہ بیان تحقیقی ہے تخمینی نہیں۔

مصنف استخلاف یزید نے تعدیل صحابہ کرام رضؓ کے متفقہ اصول جسے تمام محدثین۔ فقہاء کرام، مفسرین عظام اور خواص وعوام کا اجماعی عقیدہ کہنا چاہیے کو نظر انداز کیا ہے۔ اور صحابہ کرام کی عدالت کے متفقہ اصول جو قرآن وسنت نبوی کی روشنی میں تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اسی عقیدہ پر چودہ سو سال سے عمل کیا جاتا رہا ہے۔ مصنف استخلاف یزید محض تعصب اور کمزوری سے

اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ کتاب میں بعض حضرات صحابہ رضؓ کی اجمالی عنوان میں اور بعض

کی صریحاً توہین اور تحقیر بلا کسی منشا کے کر رہے ہیں۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَسُبُّوا اَصْحَابِی انہیں بھول گیا۔ سبّ کے معنی

گالی گلوچ دینا نہیں بلکہ توہین کے لہجہ میں ان کو یاد کرنا سبّ ہی ہے۔ دیکھیے بخاری میں

ابو ذر غفاری رضؓ فرماتے ہیں:-

سَابَبْتُ رَجُلًا مغیّرتُہٗ بامّہٖ انہوں نے اپنے غلام کو لونڈی کا بیٹا

تحقیر کے انداز میں کہہ دیا تھا۔ واقعہ میں وہ ایسا ہی تھا۔ لیکن تحقیر کے انداز سے

کہنا، اس سے غلام کو دکھ ہوا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔

اس پر آپؐ نے فرمایا اَعَیَّرتہٗ بامّہٖ انك امرؤ فیك جاهلیة جس شخص

نے کسی صحابی کو توہین اور تحقیر کے انداز میں یاد کیا وہ اس خطاب کا حق رکھتا

ہے۔

اس رویہ سے علمی برکت سے محرومی اور معرفت سے دوری بلکہ سوء خاتمہ

کا خطرہ اہل حق بتاتے ہیں۔ من عادی لِیْ ولیًّا فقد اذنته بالحرب اس کی

توثیق کرتی ہے۔ غالباً اسی کے نتیجہ میں مصنف استخلاف یزید کی "عدالت صحابہ"

صہ ۱۳۰ اور اس کتاب کے صہ ۲۷۵ پر لکھا ہے۔

" اگر سارے تابعی عادل نہیں ہیں تو دین کی عمارت میں کوئی شگاف نہیں ہوا

تو سارے صحابہ کے عادل نہ ہونے سے کیوں دین کی عمارت پیوند خاک ہو جاتی جبکہ

دین کی مدار روایات پر ہے۔ اور تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ دین کی مدار روایات پر ہے" الخ

یہ سب بے علمی اور فن حدیث سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ ترمذی شریف

میں سینکڑوں جگہ آپ کو ملے گا۔ کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔

لیکن علیہ عمل اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلّم

نیز ترمذی شریف میں ہے۔

امام شافعیؒ تراویح بیس رکعت ہونے کی دلیل پیش فرماتے ہیں:-

وبهذا وجدت عمل اهل الحرمین۔ کیا بیس رکعت کی صحیح روایت

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کس نے مدارِ شریعت بنائی ہے؟

الغرض تعامل صحابہ مستقل طور سے دین کا مقررہ اصول ہے۔ اور یہ تعدیل صحابہؓ

پر ہی مبنی ہو سکتا ہے۔

استخلاف یزید کے ص ۲۰۳ پر لکھا ہے کہ صحیح بخاریؒ کی یہ روایت امام بخاریؒ

کے سوا کسی محدث نے روایت نہیں کی۔ اس لئے یہ ناقابلِ اعتبار ہے ــــ الخ

یہ کہنا قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ محدثین کرام نے امام بخاری کے رجال پر بالاجماع اعتماد

کرتے ہوئے اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ فرما چکے ہیں۔

مقدمہ صحیح بخاری صہ ۲ پر ہے۔

الرجل الذی یخرج عنه فی الصحیح لا یلتفت الی ما قیل فیه الّا

لحجته ظاهرة الخ یعنی جن رجال سے صحیح بخاری میں حدیث لائی گئی ہے ان پر جرح

کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ مگر جب تک واضح دلیل موجود نہ ہو۔ مصنف استخلاف یزید نے محض اپنے ذہنی تخیل کے خلاف ہونے سے حدیث متکلم فیہ نہیں ہو نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ ان کے ذہنی تخیل کے فساد کے دلیل ہے۔

اہلسنت کا اجماعی متفقہ فیصلہ ہے کہ بشریت کے صفات فاضلہ میں سے رسالت اور نبوت کے بعد وصف صحابیت ہے۔ جب حضرت معاویہؓ کو یہ کمال وصفی حاصل ہے تو اس کے خصوصی فضائل کا سوال ہی کیوں کیا گیا۔ کیا ہر صحابی کے لئے خصوصی فضیلت ثابت ہوگی۔ تب وہ قابل اکرام واحترام ہوگا؟ یہ فیصلہ تو اپنے دماغ کا فیصلہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا فیصلہ تو ان کے بارہ میں اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھدیتم معروف ہے۔

اس کے علاوہ حضرت معاویہؓ کا خصوصی تذکرہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خادم ہونے کا موجود ہے۔ اس کے لئے دل کی روشنی کی ضرورت نہیں صرف آنکھوں کی روشنی کافی ہے۔ ہاں کوئی اس سے محروم ہو تو معذور ہے۔ صحیحین میں بھی یہ تذکرہ موجود ہے کہ حضرت معاویہؓ نے یہ خدمت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی۔ حضرت معاویہؓ کی خدمت خادمیت تو بخاری ومسلم کی متفق علیہ ہے۔ ان کی خادمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت ضرور معلوم ہوتی ہے۔ یہ خدمت آپ نے حج اور عمرہ کے زمانہ میں کی۔

مصنف استخلاف یزید کا دلسوز الحیہ تو یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کو باغی کہہ کر بیت المال کے مال میں ناروا دست اندازی کا مرتکب بنایا۔ اور یہ تیر کمان دوسروں کے کندھوں سے چلا رہے ہیں کہ فلاں نے کہا ہے۔ یہی طریقہ مفسد عناصر کا ہر زمانہ میں رہا۔ اکابر صحابہؓ کو بھی اس طرح بدنام کیا گیا۔ ان کی عزت کو پامال کیا گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نشانہ بنایا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا تذکرہ بخاری شریف میں ہے کہ کسی محروم القسمہ نے ان کے حق میں کہا۔

لا یقسم بالسویہ . ولا یعدل فی القضیہ

کہ یہ مال کی تقسیم میں انصاف نہیں کرتا۔ فیصلوں میں بھی ناانصافی کرتا ہے۔

علماء حق ان تمام معترض لوگوں کے الزامات دے چکے ہیں۔ تمام معترض لوگ جب اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں نے یوں کہا ہے ہی کرتے ہیں۔

مصنف استخلاف یزید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہتا ہے۔ یہ انتہائی سوقیانہ حرکت اور گستاخی ہے۔ جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تو ان کے اقربا کو ان کے قصاص کا مطالبہ جائز اور حق تھا۔ جس طرح ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے بھی یہ مطالبہ کیا تھا۔

اگرچہ قائم مقام خلیفہ حضرت علیؓ کی عذرداری بھی معقول تھی۔ لیکن اس عذرداری کو مصیبت زدہ حضرات کی نظروں میں یہ تساہل سمجھا گیا۔ اس لئے وہ خلافت کی بیعت میں متوقف رہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی کثیر التعداد

صحابہ کرام متردد رہے۔ اس لئے خلیفۂ وقت کی بیعت نامکمل سی بن گئی۔ اختلاف شدت پکڑتا گیا۔ ان حالات کو مدنظر رکھ کر ان حضرات کو باغی کون کہہ سکتا ہے خلافت اجماعی طور پر مسلّم ہو جاتی اس کے بعد کسی کی سرتابی ہوتی تو اس کو بغاوت کہا جاتا۔ یہاں تو بنیادی اختلاف ہے ہاں اکثریت والے اسے بغاوت سمجھتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلسنت اس قسم کے اختلافات کے تذکرہ کو مستحسن نہیں سمجھتے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے اختلافات اجتہادی نظریاتی اختلاف تھے کسی جانب کی توہین جائز نہیں۔

علامہ عینی شارح بخاری فرماتے ہیں:- ج ۱۲ ص ۹

والحق الذی علیہ اہل السنۃ الامساک عما شجر بین الصحابۃ انھم مجتھدون متاولون لم یقصدو محض الدنیا منھم المخطی فی اجتھادہ و المصیب قد رفع اللہ الحرج عن المجتھد المخطی والمصیب وضعف اجر المصیب۔

اسی وجہ سے میرا فیصلہ ہے کہ مصنف استخلاف یزید اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہیں اور شیعیت کی آبیاری کر رہے ہیں اور دشمنان صحابہؓ کی پاسداری میں لگے ہوئے ہیں۔

مزید شیعیت کی آوازیں سنیں۔ استخلاف یزید ص ۳۱۶ پر لکھتے ہیں۔

* حضرت معاویہؓ عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد

کر دیتے ہیں۔ تا دم زیست اس سے زیادہ اہم مسئلہ کسی کو نہیں سمجھا (الی قولہ) یزید بن معاویہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہو چکی تھی پوری امت پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ص ۳۱۶

یہ عوام کالانعام کے نغمہائے باطلہ ہیں۔ زبان اور قلم کی سیاہی دل کی سیاہی کی ترجمان اور دلیل کہی جاتی ہے۔ الاناء یترشح بما فیہ مقولہ مشہور ہے منطق کے اصول میں لکھتے ہیں۔ کہ نتیجہ کو جزء دلیل بنانا مصادرہ علی المطلوب ہے جو ناجائز ہے۔ اس بیان میں مصنف استخلاف نے وہی گیت گایا۔ نعوذ باللہ من الغوایۃ۔

ہر کام میں حالات حاضرہ کے مطابق مصالح اور فوائد سوچے سمجھے جاتے ہیں۔ آئندہ کے حالات کا کسے علم ہے کہ کیا ہوگا۔ کبھی تقدیر تدبیر کے خلاف پڑ جاتی ہے۔ دوست دشمن بن جاتے ہیں۔ بلکہ بیٹے جن سے خیر کی توقع ہوتی ہے وہ سانپ بن کر کھا جاتے ہیں۔ آیت کریمہ فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا۔ اسی حکمت خداوندی کی طرف اشارہ ہے۔ لیکون کے لام کو لام عاقبت اسی لئے کہا جاتا ہے۔ کہ غیر متوقع طور سے انجام کار اور نتیجہ بنا۔ اس التقاط کے ابتدائی مصالح اور فوائد جو حالات حاضرہ کے اعتبار سے سوچے گئے وہ عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولدا۔ میں بیان کئے گئے۔ ان لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ اس لڑکے نے آئندہ نبی

بنناہے۔اور پوری قوم کی تباہی ان کے ہاتھوں سے آئے گی۔اب ان آخری پیش
آمدہ حالات کو دیکھتے ہوئے کوئی یہ کہنے لگے کہ فرعون نے عصبیت مضر کی
پشت پناہی میں اپنے لئے اسے بیٹا بنایا کہ میری جگہ یہ جانشین بنے گا۔جس کے
ہاتھوں ساری امت کی تباہی مقدر تھی۔تو یہ کہنا حماقت ہی ہوگا۔کسے معلوم
تھا کہ آئندہ کیا ہوتا ہے۔حالات حاضرہ کے اعتبار سے سب مطمئن تھے الم
نربك فینا ولیداً۔اسی کی کہانی ہے۔اسی طرح حضرت معاویہؓ نے جس وقت
بیٹے کو نامزد کیا اس میں اہلیت سمجھ کر ایسا کیا۔کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس بیٹے نے
آئندہ کیا کیا کارنامے کرنے ہیں۔اس انتخاب کی غلطی جب کہی جاسکتی کہ اس زمانہ میں
ایسے ظالمانہ افعال کا وہ مرتکب ثابت کیا جائے ولن تستطیع له طلباً۔وجہ اس
کی یہ ہے کہ بہت سارے اکابر صحابہ کرامؓ سے اس کی بیعت ثابت ہے۔وہ
نااہلی کی صورت میں ہرگز بیعت کرنے والے نہیں تھے۔

شارح قسطلانیؒ فرماتے ہیں:۔

غزا مدنیة قیصر یزید بن معاویه ومعه جماعة من
الصحابه کابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب
الانصاری وتوفی بها ابو ایوب (بخاری صفحہ ۴۱۰)

کیا یہ بات صحیح نہیں کہ ہر والد اپنی اولاد سے اچھے کردار کی توقع رکھتا ہے کوئی
احمق بدباطن بھیہی اولاد کو غلط راستہ پر ڈالے گا۔اس لئے یزید کے ان سیاہ

کارناموں سے حضرت معاویہؓ کو مطعون کرنا شرمناک ظلم ہے۔وہ بری الذمہ ہیں حضرت
معاویہ رضؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جواب میں صاف کہہ دیں گے۔ما قلت
لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربکم الخ

رہا بیٹے کا کسی منصب کے لئے انتخاب یہ کوئی جرم نہیں۔عوام کے شکوک ایسے
موقع میں نظرانداز کئے جاسکتے ہیں۔دیکھئے کسی موقع میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسامہ بن زیدؓ کو امیر لشکر بنایا۔یہ نوعمر بھی تھے اور تجربہ کار فن آزمودہ بھی نہ تھے
بعض لوگوں نے ان کے تقرر میں کچھ باتیں کیں کیونکہ موجودہ وقت میں لائق فائق ہستیاں
کم نہ تھیں۔سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایسی باتیں سنیں تو فرمایا:۔

ان طعنتم فی امارته فقد طعنتم فی امارة ابیه والله انه لخلیق
بالامارة وان اباه کان خلیقا بها۔

اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس انتخاب میں مطعون کرنا عصبیت
مضر کی پشت پناہی میں نامزد کرنا وغیرہ الفاظ سے تحقیر کرنا درست نہیں۔کیا حضرت
اسامہ متبنّٰی بیٹے کے بیٹے نہیں تھے۔اور زید متبنّٰی نہیں تھے۔کیا یہ تقرر عصبیت
سے تھا۔اگر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد میں ان کو اہل سمجھ کر
کیا۔اور حق کیا۔تو حضرت معاویہؓ کا اس طریقہ پر چلنا کیونکر محل طعن وتشنیع بن
سکتا ہے؟ لوگوں کے شبہات دونوں جگہ یکساں ہیں۔آنکھیں کھول کر دنیا میں
باتیں کی جائیں تو کوئی مشکل نظر نہیں آئے گی۔

اسی طرح حضرت معاویہؓ کے کاتب وحی ہونے کا انکار اور حدیث صحیح جو اس بارہ میں امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی - اس سے انحراف جو مصنف کتاب کر رہے ہیں وہ صرف ہوائے نفسانی کا اتباع اور ضد و عناد کا ثمرہ ہے - اعاذنا اللہ من ذالک -

چند گزارشات مزید سنیئے - کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی حیات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی - حالاں کہ بیعت بالاجماع کل صحابہ کرام نے کی اور بقول مصنف استخلاف یزید سوا سعد بن عبادہ سب نے بیعت کر لی تھی - حالاں کہ راجح قول یہ ہے کہ انہوں نے بھی بیعت وقتی طور پر کر لی تھی - لیکن دل میں کچھ انقباض تھا - جس کی وجہ سے بعد میں شام کی طرف چلا جانا پسند کر لیا اور وہیں وفات پائی -

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ اس کے بعد مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت اور حسن عقیدت کا اظہار کر دوں تو اولاً تنہائی میں بیٹھ کر مذاکرات ہوئے - بعد میں مجلس عامہ میں بیعت کر لی اور اعتراف کر لیا کہ ہمیں ان کی اوّلیت اور استحقاق میں شبہ نہ تھا - صرف خارجی طور سے رنجش تھی - اب رنجش دور کر کے بیعت کرتا ہوں - جانبین نے اپنے اپنے عذر بیان کئے - اور صفائی ہو گئی اور خوشی کی گئی -

اب میرا مصنف استخلاف سے یہ سوال ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ

اتنی طویل مدت تک بیعت نہ کرنے سے باغی نہیں ہیں - کہ ان کی عذر داری معقول تھی کہ مجھے مشاورت میں نہیں بلایا گیا - تو حضرت معاویہؓ کچھ مدت بیعت نہ کرنے سے جو ایک خاص عذر تھا اور اس سے زیادہ معقول تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیش فرمایا کیوں باغی بن سکتے ہیں - حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عذر تو ایک طرح نفسانی استحقاق کہ میری توہین کی گئی ہے - اور حضرت معاویہؓ کا عذر تو شرعی حق کا مطالبہ تھا - جس میں امیر المومنین کو کوتاہی کرنے والا سمجھ رہے تھے - جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل اور جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت میں اتفاق و اجماع ہوا - حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہ تھا - پھر حضرت معاویہؓ کیسے محل طعن و تشنیع ٹھہرائے جا سکتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت خلافت راشدہ ہے -

الحاصل، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی کہنے اور لکھنے میں مصنف استخلاف کو کیا مزہ اور لطف آتا ہے سوائے توہین و تحقیر کے جو بالعموم شیعہ حضرات کا شیوہ ہے - پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک تو مسلم اموات کے متعلق یہ ہے کہ ان کو برائی سے یاد نہ کیا کرو -

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مرحوم نے ایک دفعہ فرمایا تھا :-

" اس قلم پر خدا کی لعنت، جس سے کسی صحابی کی توہین یا گستاخی کی گئی ہو، یا کی جاتی ہو "

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ایسے ہی موقع کے لئے ہے - اذا
رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم:
باغی ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ امیر یا خلیفۃ المسلمین کی بیعت کے بعد اس کے
حکم سے عدولی کرے جیسے ابوبکر صدیق رض کے زمانہ کے باغی لوگ جو زکوٰۃ کی ادائیگی
میں پس و پیش کرتے تھے۔ جو لوگ ابھی امیر کی امارت ہی میں شکوک کرتے ہوئے
بیعت نہیں کرتے وہ یہ اجتہادی درجہ کی تحقیق پر مسئلہ چلے گا۔

مصنف استخلاف یزید نے صفحہ ۵۳۵، ۵۳۶ پر لکھا ہے کہ:-

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی کوتاہی کی جس کا ملال ان کو زندگی
بھر رہا بلکہ زندگی کے آخری لمحات میں اس پر تاسف کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت علی رض
کو مشاورت بیعت حضرت صدیق رض کے وقت نظر انداز کر دیا تھا۔

یہ ایسی باتیں ہیں جو مسائل دین سے بالکل ناواقف شخص ہی کر سکتا ہے بلکہ معمولی
عقل و شعور والا شخص بھی ایسی باتیں نہیں کر سکتا۔ غنودگی کی تحریر بھی نہیں کہ اس
میں الزام تراشی کا حق ادا کیا گیا ہے۔

دیکھیے کوتاہی تقصیر کو کہتے ہیں اور تقصیر برے عمل کے ارتکاب کا نام ہے۔
یا کم از کم کسی برے عمل کا عزم مصمم کرنا۔ صرف تخیل اور توہم کا درجہ جیسے میلان قلبی کہتے
ہیں۔ ان اللہ تجاوز عن امتی ما وسوست بہ صدورھا مالم تعمل او تتکلم
معروف حدیث ہے۔

حضرت عمر رض کا مقام بیعت کو جانا بغرض بیعت ابی بکر الصدیق رض نہیں تھا بلکہ
انصار مدینہ کے نظریہ کی اصلاح کرنا مقصد بہت تھا۔ جانبین کے نظریات کی کش
مکش میں اللہ تعالیٰ نے دل میں نزاع کو ختم کرنے کی تدبیر ڈال دی۔ فوری طور سے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رض سے ہاتھ بڑھانے کی درخواست کی
اور بلا تامل بیعت کر لی۔ اس عجلت میں بظاہر حال خارجی چیزیں ذہن میں نہیں ہوں
گی۔ تقصیر جب بنتی کہ فرماتے کہ حضرت علی رض اور حضرت عباس رض کو نہ بلایا جائے۔
یا بلانے کی ضرورت نہیں۔

غالباً آپ بھی جانتے ہوں گے کہ اس تخیل کا موقع ہی نہیں بنا۔ پھر اسے
کوتاہی کیونکر کہتے ہیں۔

مصنف استخلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تقصیر وار بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے ان کو اس کوتاہی سے پاک صاف رکھا تھا۔ اس برائی کا تصور تک ان کے ذہن
میں نہیں ہو گا۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست یا بکجا

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مصنف استخلاف کا یہ لکھنا کہ حضرت عمر فاروق رض
اس کوتاہی پر تاسف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے فکر اس وقت تیری اور تیرے
اصحاب کی ہے کہ میں تمہارے بارے میں ایک کوتاہی کر چکا ہوں۔ یہ سب غلط افسانہ
ہے۔ بنا الفاسد علی الفاسد جب بنیاد ہی غلط ہے تو انجام کیسے صحیح ہو گا؟

بلکہ غالباً اس مقولہ میں شاید اشارہ اس بات کی طرف ہوگا جو حضور علیہ السلام سے روایت صحابہ کرام میں معروف تھی۔ کہ حضرت عمرؓ فتنوں کی بندش کا دروازہ ہیں اور دروازہ ایک وقت ٹوٹے گا۔ اس کے بعد فتنوں کا ظہور ہوگا۔ ان فتنوں کی آمد میں صحابہ کرامؓ کا تشویش میں پڑنا یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دلی صدمہ دے رہا تھا کہ ان فتنوں سے دوچار ہو کر کیا کیا حالات پیش آئیں گے۔ ہر محسن باپ کو اپنی وفات کے بعد اپنے پسماندگان کی معیشت پریشان کن بنتی ہے۔

ہمارے خیال میں استخلاف یزید صہ ۵۳۴ پر مصنف نے جو لب کشائی کی ہے وہ کلمۃ حق ارید بہ الباطل کی مثال ہے اور یہ فیصلہ ان کے مکتوب مضامین کا حضرات صحابہ کرام کی شان میں لکھے ہیں۔ واضح ہو جاتا ہے۔ اس کا پس منظر یقیناً وہ خبث باطن ہے جو شیعہ حضرات کے دل و دماغ میں رچا ہوا ہے۔ اس میں سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کی عظمت شان اور رفعت شان جو اس میں حضرت سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت شان اور رفعت مکان جو اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے اس کی جڑ کاٹی گئی ہے۔ ضرب ایسی لگائی گئی ہے کہ سطحی نظروں میں تعریف اور ستائش نظر آتی ہے۔ اور اس کے ضمن میں ان کے استحقاق خلافت کا انکار اور اسی عقیدہ سے انحراف ہے۔ اس کو محض اتفاقیات کے باب سے قرار دے رہے ہیں جیسا کہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ

مصنف استخلاف لکھتے ہیں:۔

"رحمت خداوندی نے دست گیری کی کہ امت صدیق اکبرؓ کی بیعت پر متفق ہو گئی۔ اگر بالفرض امت ان پر متفق نہ ہوتی اور وہ بیعت خلافت کے لئے تلوار اٹھاتے تو وہ بھی یقیناً ملوکیت ہوتی۔ خلافت راشدہ نہ ہوتی۔" صہ ۳۴

یہ الفاظ بعینہ انہی الفاظ کی عکاسی ہے جو بعض ملحدین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں خبث باطن سے کہے تھے۔ کہ اسلام کی بے مثال ترقی کا سبب یہ ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے مخلص اور جاں باز ساتھی مل گئے کہ ان کی ہر بات پہ لبیک کہتے اور جان کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو اتنا جلدی یہ عروج اور ارتقا نہ ہوتا۔

اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ کہ ان میں ایسی اہلیت نہ تھی لیکن اتفاق خداوندی سے یاروں کی طاقت سے اور ان کی امداد سے سب کچھ ہوا۔ حالاں کہ حقیقت برعکس ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اکرم الخلق اور افضل الرسل ہونے کی ہوئی۔ تو اسی کی شان رفیع کے مطابق ان کو امت بھی خیر الامم مرحمت فرمائی جیسا کہ کنتم خیر امۃ (الآیۃ)

پھر امت کے ستاروں میں جو سب سے روشن ضمیر سیارے تھے۔ ان کو لطف خداوندی نے زمانہ نبوت نصیب کیا۔ پھر رحمت الٰہی نے اعطا کل ذی حق حقہ کرتے ہوئے حضرات شیخینؓ کو سورج اور چاند کی مثال میں رکھا۔ یہ انعمت علیہم

نعمتی کا کرشمہ ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی میں سب سیارے گم نام رہتے ہیں
اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت صدیق اکبرؓ کے خداداد
فضائل ہیں کان اعلمنا واشجعنا لقب دئے۔ وغیر ذالک من الکمالات
حج کی قیادت، اور نماز کی امامت آپ نے صدیقؓ کے حوالہ کی۔ اس انتخاب میں
زندہ دل انسان جانتا ہے کہ فرمان خداوندی انّ اللہ یامرکم ان تودّوا الامانات الی
اھلھا کا حق یہی ہے کہ آپؐ کے بعد خلافت کا استحقاق انہی کو حاصل ہے اسی سے
فرمایا یابی اللہ ویابی المومنون الا ابابکر یعنی تعین کی ضرورت نہیں وہ بلا یقین
متعین ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے انہی دلائل کے پیش نظر ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کو غنیمت
سمجھا اور اتفاق کیا۔ الحاصل یہ کہ یونہی اتفاقیات کے باب سے صحابہ کا اجتماع
نہیں ہوا جیسا کہ مصنف استخلاف کہتا ہے۔ بلکہ علیٰ وجہ البصیرۃ کیا گیا۔ یہی
حقیقت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی کم فہم ناعاقبت اندیش
کے مقالہ کی تردید میں فرمائی۔ جنہوں نے کہا تھا کہ ابوبکر الصدیقؓ کی خلافت اور
بیعت یونہی اتفاقیہ پیش آئی اور تمام ہوگئی۔ ایسے ہی ہم بھی خلیفہ کے مرنے کے بعد
کرلیں گے۔ شاید ہمارا کام بھی چل جائے۔

حضرت عمرؓ نے اس کی کھلی تردید کی کہ خلافت صدیق اکبرؓ پر اتفاق ان کے
بے مثل کمالات پر ہوا۔ اور کون ہے جو ان کی مثال بن سکے۔ خلافت اور امامت کے

اصول ہیں۔ ان کے مطابق ہی انتخاب ہوگا۔

حضرت معاویہؓ نے اپنا جانشین اپنے بیٹے کو بنایا۔ اس کو اہل امانت سمجھ کر
بنایا۔ بیٹے میں اس وقت صلاحیت تھی۔ آئندہ کے حالات کسے معلوم ہیں کہ
کیا ہونا ہے۔ اولاد سے یہ امید کی جاتی ہے۔ کہ سابقہ حالات میں مزید استحسان
اور استحکام پیدا کرے گا۔ لیکن بعض نااہل باپ کے ورثہ کو غلط کاریوں میں نذر
آتش کر دیتے ہیں اس میں مورث کا کیا قصور؟

یزید کے زمانہ کے سیاہ کارنامے ان کی طبیعت کی کمزوری اور بگاڑ کا نتیجہ ہے
نہ کہ حضرت والد کی تعلیم ہے۔

حضرت معاویہؓ یا کسی صحابی کا ایسے انداز میں تذکرہ کرنا جس سے ان کی خداداد
عزت اور عظمت کو نقصان پہنچایا جائے۔ ان کی امامت اور جلالت کو داغدار کیا
جائے۔ عوام کے دلوں میں محبت اور وقار کی بجائے بغض اور نفرت کا احساس پیدا
کیا جائے۔ یہ وہ خطرناک راستہ ہے جس کو زوال ایمان اور خطرہ جان کہا جاتا ہے
نعوذ باللہ من الغوایۃ والضلالۃ ایسے ہی خطرات کا تذکرہ فرمان نبویؐ میں
روایت کیا گیا ہے۔ فمن ابغضھم فببغضی ابغضھم۔

کسی نے حضرت عثمانؓ کو نشانہ بنایا۔ کسی نے ابن مسعودؓ کو۔ اور کسی نے حضرت
معاویہؓ کو۔ فرمان خداوندی ان بعض الظن اثم اور فرمان نبویؐ ایاک والظن کو نظر
انداز کر دیا۔ یہ سب حضرات صحابہ میں خصوصی مناقب والے خدام رسولؐ تھے۔ مصنف

استخلاف ان سب باتوں کو چھوڑ کر ضد میں آکر لکھتے ہیں۔

" کہ جاننا چاہیئے کہ محدثین کا اتفاق ہے کہ حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں" ــــــ اتنا بڑا دعویٰ کیا۔ اس لئے دعویٰ پر اکتفا کر دی۔

یہ دعویٰ محض خیال ہے۔ مشکوٰۃ میں ہے :-

عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرہ۔ قال قالؐ لمعاویہ اللھم اجعلہ ھادیا ومھدیا واھد بہ اس دعا میں ان کو ہدایت کنندہ۔ ہدایت یافتہ فرماکہ یہ بھی فرمایا کہ اس سے لوگوں کو ہدایت نصیب فرما۔

حاشیہ میں تشریح یوں ہے :-

یعنی حضور علیہ السلام کی دعا بلاشک قبول ہوتی ہے۔ پھر جس کی یہ شان ہو اس کے حق میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔ انتہی حاشیہ

اس لئے یہ جملہ صفات حضرت معاویہؓ میں خداوند قدوس نے رکھی ہوں گی۔ مزید لکھا آپ سے جو ہوا وہ اجتہاد سے ہے اور مجتہد کبھی غلطی کرتا ہے کبھی حق کو پالیتا ہے۔

مصنفؔ استخلاف تو امام مسلم پر بھی فضیلت معاویہ کی حدیث لانے سے ناراض ہیں۔

امام ترمذیؒ نے تو باب باندھا ہے۔ باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان۔

اور یہ روایت بھی نقل کی ہے :-

قال عمیر لاتذکرہ المعاویہ الا بخیر۔ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم اھد بہ۔

اس سے سابقہ روایت کی مزید تائید ہو گئی۔ شیعہ حضرات کو یہ روایات اس لئے واسطہ نہیں کہ اس سے ان عقائد فاسدہ کی جڑ کٹتی ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔ خدا ازدہ را بپیغمبر می زند۔ مصنف استخلاف یزید امام مسلم کی روایت جس سے حضرت معاویہؓ کی فضیلت و منقبت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں

"میرے نزدیک اس روایت کا ایک جملہ بھی صحیح نہیں"

آپ جانتے ہیں کہ حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری امت کا اجماع اور اتفاق نقل کر چکے ہیں۔ کہ صحیحین کی جملہ احادیث صحیح الاسناد موصول ہیں۔ یہ بات کالشمس فی نصف النہار مسلّم اور روشن ہے۔ تیرہ سو سال تک اس کے خلاف آواز نہیں اٹھی۔ اس لئے مصنفؔ استخلاف کی یہ بات خرق اجماع کی وجہ سے باطل ہے قابل توجہ نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی حدیث کا صحیح ہونا یا نہ ہونا یہ ایسا فیصلہ ہے کہ اس کے لئے خاص معیاری قابلیت اور مہارت شرط کی گئی ہے۔ ہر شخص مدعی علم و فضل ہائیکورٹ کا جج نہیں بن سکتا۔ اور نہ مقررہ مسلم ہائی کورٹ کے ججوں کا فیصلہ مسترد کر سکتا ہے۔ اسی طرح احادیث کے پرکھنے والے حضرات گنے چنے محدثین کرام ہیں اگر ہر شخص کو یہ اختیار دے دیا جائے۔ تو دین کا جنازہ نکل جائے۔ ہر بدباطن اپنے

مخالف حدیثی روایات کو مسترد کر دے گا۔ کون نہیں جانتا کہ ادویہ کے مفید اور مضر ہونے میں کسی ماہر ڈاکٹر یا حکیم کا قول ہی قبول ہو سکتا ہے۔ ہر پنساری کا قول قابل التفات نہیں ہوتا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ مسلم شریف میں ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ ابو ہریرہ والی روایت کے متعلق آپ کا خیال ہے فرمایا ھو عندی صحیح۔ پھر اس نے سوال کیا کہ آپ نے اپنی کتاب میں کیوں نہیں درج کیا۔ فرمایا۔ میں اپنی کتاب میں وہ حدیث لاتا ہوں جو مجمع علیہ صحیح ہوں۔ اس میں بعضوں نے اختلاف کیا۔ اس لئے فرمایا۔ عندی صحیح۔ امام مسلمؒ کے اس اجماع سے مراد خاص اکابر محدثین کا اتفاق ہے جو امام مسلم کی نظروں میں اس کے اہل سمجھے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کے مناقب والی روایت جو امام مسلم لائے ہیں (جسے مصنف استخلاف یزید باطل کہہ رہے ہیں) وہ مجمع علیہ صحیح ہے۔ صرف امام مسلم اس کی تصحیح نہیں کر رہے اہل فن کا اجماعی فیصلہ آپ نے سنا۔ اس کے بالمقابل ان حضرات کے مرتبے والا شخص ہی رد کر سکتا ہے۔

امام نووی مقدمہ مسلم میں امام مسلم کا قول نقل کرتے ہیں کہ

میں نے اپنی صحیح مسلم تصنیف کو امام حدیث ابو زرعہ پر پیش کیا۔ انہوں نے جن احادیث کی صحت پر اتفاق کیا۔ انہیں میں نے اپنی کتاب میں باقی رکھا اور جس کی صحت میں انہوں نے اختلاف کیا۔ اسے میں نہیں لایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلم

کی روایت جس سے فضیلت ثابت ہوتی ہے مجمع علیہ ہے مصنف استخلاف کا اس حدیث مسلم کو باطل کہنا حق دشمنی اور نامعقول حرکت ہے۔

خلاصہ کلام کتاب استخلاف یزید مجموعی طور پر شیعیت کی تائید اور بعض صحابہ کی تنقیص سے بھری ہوئی ہے ۔

دستخط

عبد القدیر

دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

۳

مجاہد ملت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نور اللہ مرقدہ

کا مکتوب گرامی

استخلاف یزید کتاب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے قیمتاً منگوا کر اس کے اکثر مقامات سُننے اور مطالعہ فرمانے کے بعد کتاب کا ایک نسخہ مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری کی خدمت میں اس لئے بھیجا کہ وہ اس کتاب کا رد لکھیں۔ طباعت واشاعت کے اخراجات میں برداشت کروں گا۔ وہ مکتوب گرامی آپ نے اپنے ایک شاگرد مولانا نور محمد خطیب گالے منڈی ملتان کی طرف بھیجا تاکہ وہ مولانا نور الحسن شاہ صاحب کو پہنچا دیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ ہم علماء کرام اور مفتیان

عظام کی خدمت میں کتاب استخلاف یزید کے اقتباسات پر ان کی آراء عالیہ منگوا کر شائع کر دیں۔

افسوس کہ ان کا ارشاد ان کی زندگی میں پورا نہ ہو سکا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے واشگاف الفاظ میں اس کتاب کو **"بکواس"** قرار دیا۔

عکس مکتوب گرامی شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ۔

برادر مکرم مولانا نور محمد صاحب خطیب جامع مسجد ملتان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک کتاب "استخلاف یزید" تصنیف مولوی لال شاہ خطیب واہ کینٹ کی مولانا سید نور الحسن بخاری کو دی ہے تاکہ اس کی تردید لکھیں۔ اس نے حضرت امام معاویہؓ کے متعلق **بکواس** کئے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ وہاں تک جائیں یہ واقف نہیں ہیں۔

مکرم حاجی عبدالکریم صاحب اور ان کے لڑکوں اور حاجی پیر محمد صاحب اور ان کے لڑکوں، اسی طرح حاجی مبارک صاحب ان کے لڑکوں اور باقی نمازیوں کو السلام علیکم فرمائیں۔

لاشئے دعاگو

غلام اللہ خان ۷-۴-۱۹۷۹ء

(۴)

محقق العصر جناب مفتی جمیل احمد جامعہ اشرفیہ لاہور کی رائے گرامی

الجواب بعون الملک الوہاب۔ بعد الحمد والتسمیہ

یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا، مقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ سوال کے پیرائے میں صحابہ کرام رضہ سے جو بغض ہے اس کو چھپاتا ہے۔ تاکہ گرفت نہ ہو سکے۔ مگر یاد رکھئے ان کی عدالت میں جو بھی شک کرے وہ بھی فاسق ہے۔ واللہ اعلم

مفتی ممتاز احمد تھانوی بحسب ارشاد حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ

۴ شوال ۱۴۰۰ھ

جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

(۵)

فقیہ زماں جناب مفتی خلیق احمد ساجد صاحب کی رائے گرامی

جناب عبد السلام صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مشاجرات صحابہ رضہ مسئلہ ہی ایسا ہے کہ اس میں بحث کرتے ہوئے اعتدال پر رہنا بہت مشکل ہے بالخصوص جب کہ کسی ایک فریق کو صحیح یا غلط ثابت کرنا مقصود ہو۔

اہلسنت والجماعت کا طریق و مسلک اس سلسلہ میں خاموشی اختیار کرنا ہے اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرنا ہے۔ جو بھی کسی ایک فریق کو یقیناً غلط کار کہتا ہے وہ مسلک اہلسنت سے ہٹا ہوا ہے۔

سلف صالحین۔ ائمہ متقدمین سے یہی منقول ہے۔ یہی حق ہے اور اسی میں نجات ہے۔ استخلاف یزید کی بعض عبارتوں میں تاویل ہو سکتی ہے۔ اور بعض بہر حال محل نظر ہیں۔ تفصیلی رائے پوری کتاب دیکھنے کے بعد ہی دے سکتے ہیں۔ کیوں کہ کسی کتاب

کے اقتباسات دیکھ کر کتاب اور مصنف کے بارے میں رائے دے دینا خود ایک غلطی ہے۔ واللہ اعلم

سید خلیق احمد ساجد دارالافتاء
خیر المدارس۔ ملتان

(۶)

شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا قاضی
شمس الدین صاحب دامت فیوضہم
بانی جامعہ صدیقیہ مجاہد پورہ۔ گوجرانوالہ

الجواب۔ واختلافاتے کہ درمیانِ صحابہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات واقع شدہ نہ از ہوائے نفسانی بود۔ چہ نفوس شریفہ ایشاں تزکیہ یافتہ بودند و از امارگی باطمینان رسیدہ ہوائے ایشاں تابع شریعت شدہ بود۔
مکتوبات امام ربانی ص ۸۴
(دفتر اول حصہ دوم)

ترجمہ:۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں
جو اختلافات صحابہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوئے ہیں ہوائے نفسانی کی وجہ سے نہیں ہوئے کیوں کہ ان کے نفوس شریفہ پاک ہو چکے تھے اور صفائی و رضا سے اطمینان کو پہنچ چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھی۔

(مکتوب امام ربانی مذکور)

★ وقال الشافعیؒ تلک دماء طہر اللہ عنہا ایدینا فلنطہر عنہا لسنتنا
کتاب مذکور امام شافعیؒ نے فرمایا۔ یہ (صحابہ کی جنگیں) وہ خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے رنگنے سے پاک کیا۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔

★ وحشی قاتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہ یک مرتبہ صحبت خیر البشر علیہ السلام رسیدہ است از اویس قرنیؒ کہ خیر التابعین است بہتر است۔
(مکتوبات دفتر اول حصہ سوم ص ۱۰۹)

ترجمہ۔ وحشیؓ حضرت حمزہؓ کا قاتل جو ایک مرتبہ صحبت خیر البشر علیہ السلام کو پہنچا ہے۔ اویس قرنیؒ سے جو تمام تابعین سے افضل ہیں ان سے افضل ہے۔
(مکتوبات مذکور)

★ ومما ینبغی ان یعلم ان الانکار عن بعض انکار عن جمیعہم فالفم

فی فضیلت صحبتہ خیر البشر منشر کون وفضیلتہ العجتہ فوق
جمیع الفضائل والکمالات ولہٰذا لم یبلغ اویس القرنیؒ الذی
ھو خیر التابعین مرتبتہ ادنیٰ من لہ صحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم
فلا تعدل بفضیلہ اصحابہ شیئاً کائناً من کان (مکتوبات دفتر اول حصہ دوم)
یہ جاننا بھی مناسب ہے کہ بعض صحابہؓ سے انکار سب کے انکار ہے۔ کیونکہ
تمام صحابہؓ خیر البشر علیہ السلام کی صحبت میں مشترک ہیں۔ اور صحابیت رسولؐ
کی فضیلت تمام فضائل وکمالات سے بڑھ کر ہے۔ اسی وجہ سے اویس
قرنیؒ خیر التابعین ادنیٰ درجہ کے صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے کوئی
چیز فضیلت صحابیت کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی چاہے جو شخص بھی ہو۔
(مکتوبات دفتر اول حصہ دوم)

★ سئل عبد اللہ بن المبارکؒ ایہما افضل معاویہ ام عمر بن عبد العزیز
فقال الغبار الذی دخل انف فرس معاویہؓ مع رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم خیر من عمر بن عبد العزیز کذا مرۃ ص ۳۷ دفتر اول حصہ دوم
ترجمہ: عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ معاویہؓ اور عمر بن العزیزؒ میں سے کون
افضل ہے؟ تو فرمایا وہ غبار جو حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑی ہے وہ بھی عمر بن عبد العزیزؒ سے کئی بار افضل ہے
اسی طرح اور کتنے مقامات میں لکھا ہے۔ لہٰذا یہ شغل کہ صحابہ کرامؓ پر جرح کرنے

کا کام کرتا رہے نہایت قبیح اور مذموم فی الشرع ہے قیامت کے علامات
میں سے ہے۔ لعن آخر ھٰذہ الامّۃ اوّلھا کہ پچھلی امت اول امت (صحابہؓ) پر
لعنت کرے گی۔ برا بھلا کہے گی۔

والباقی عند التلاقی۔ والسلام

احقر شمسُ الدّین

۱۲ ر شوال المکرم ۱۴۰۱ ھ گوجرانوالہ



رائے گرامی محقق العصر قاطع شرک وبدعت حضرت مولانا محمد حسین شاہ صاحب

صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا

الحمد للہ تعالیٰ والسلام والصلوٰۃ علی نبیہ تتوالیٰ۔

اما بعد: عبارات مستخرجہ از استخلاف یزید، مصنف سید لعل شاہ صاحب بخاری
دیکھیں۔ خود کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ مگر چونکہ اس کے نکالنے والے اہل علم ہیں۔
صاحب مطالعہ ہیں۔ کتاب کے اندر عبارات کے سیاق وسباق کو سمجھ کر لکھی گئیں اس بنا پر
یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام عبارات مستخرج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوتاہیوں کا

ذخیرہ جمع ہیں اور سبائیوں کے لئے تائید مزید ہے۔ چنانچہ میں نے یہ بھی سنا ہے
کہ مودودی صاحب کی کتاب "خلافت وملوکیت" کا فارسی میں ترجمہ کرا کر ایران کے
کالجوں میں پڑھائی جا رہی ہے۔ اور اب "استخلاف یزید" بھی اہل تشیع اپنے مراکز
میں شائع کر رہے ہیں۔ اور شور مچا رہے ہیں کہ اب اہلسنّت بھی رجوع کر رہے
ہیں اور ہمارے مسلک حق کی تائید میں کتابیں لکھ رہے ہیں۔

لہٰذا قرآن وسنّت کی رو سے صحابہ کرام ہادین، مہدیین، صادقین اور راشدین
تھے۔ ان پر اعتراض قرآن وسنت سے ہاتھ دھونا ہے۔

قرآن نے ان کے متعلق والزمھم کلمۃ التقوٰی وکانوا احق بہا واہلہا۔
کہا۔ اب احادیث ضعیفہ وتاریخ کو دیکھ کر طعن علی الصحابہ قرآن کے انکار کا مستلزم
ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایسی کتابوں کے مطالعہ سے اجتناب کرے
اگر اپنا عقیدہ درست ہو اور اس کتاب کو رد کرنے کی غرض سے دیکھے اور دیکھ کر
چھاپ دے تو اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ والسّلام

محمد حسین غفرلہٗ
مدرس مدرسہ ضیاء العلوم۔ سرگودھا
۲۵ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ



رائے گرامی مفتی دوران محقق زمان حضرت مولانا مفتی **عبد الرشید** صاحب
مفتی دار الافتاء دار العلوم تعلیم القرآن۔ راولپنڈی

الجواب واللہ ہو الموفق للصواب۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی برائیاں چنانچہ عقائد نسیفہ میں ہے ویکن عن ذکر
الصحابہ الا بخیر یعنی صحابہ کرام رضی کی خوبیاں ہی بیان کرے۔ برائیوں کا ذکر نہ کرے۔
اگرچہ بعض سے ظاہراً برائی بھی صادر ہوئی ہو۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔
تلك دماء طهر الله ايدينا عنها فلا نلوث التنا بها۔ یعنی صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آپس اندر جو خون ریزیاں ہوئی ہیں ان میں ہمارے
ہاتھ ملوّث نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں بچایا۔ ہمیں ان
واقعات سے بہت بعد پیدا کیا۔ پس ان میں بحث کر کے ہم اپنی زبانوں کو کیوں کر

ملوث کریں ہمیں چپ رہنا چاہیئے۔ اور کسی صحابی کی روش کو غلط قرار دینا، تنقیص کرنا ہمارے لئے درست نہیں ہے۔ ہمارے محاکمات سے وہ بالاتر ہیں۔ ہمارے تو سبھی پیشوا ہیں۔

دارمی وابن عدی وغیرہما کی روایت میں ہے:۔

اصحابی کالنجوم بیایہم اقتدیتم اھتدیتم

میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی ان میں سے تم نے اقتدار کی، ہدایت پائی تم نے۔ ایک اور روایت میں ہے۔ اکرموا اصحابی فانھم خیارکم (الحدیث)

میرے صحابہ کی عزت اور تعظیم کرو۔ اس لئے کہ وہ تم سب سے بہتر ہیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا کہ میرے صحابہ کو میرے بعد نشانہ نہ بنانا اور ان پر اعتراض نہ کرنا۔ اور اس پر تاکید فرمائی اور فرمایا کہ ان کے ساتھ محبت رکھنا گویا میرے ساتھ محبت رکھنا ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا گویا میرے ساتھ بغض رکھنا ہے۔ اور ان کے متعلق طعن تشنیع اور مساوی کا اظہار میرے متعلق طعن و تشنیع ہے۔ اور مجھے ایذا دینا ہے۔ اور جس نے مجھے ایذا دی۔ اس نے بے شک اللہ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی پس وہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے گا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ مرویہ یہ ہیں:۔

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوا ھم غرضاً بعدی فمن احبّھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اٰذاھم فقد اٰذانی ومن اذانی فقد اذی

اللہ ومن اذی اللہ تعالیٰ فیوشک ان یاخذہ۔

اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے صحابہؓ کی عیب جوئی نہ کرو۔ اور برائیاں بیان نہ کرو۔ اس لئے کہ ان کا مقام بہت اونچا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے باوجود ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے ان کو قبولیت عطا فرمائی غیر صحابہ میں سے اگر کوئی جبل اُحد کے برابر سونا خرچ کرے تو صحابہ کرامؓ کے ایک سیر غلہ یا آدھ سیر غلہ خواہ جو ہی ہوں، کے ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ اس طرح مقبول ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسا مہربان ہے۔ چنانچہ فرمان ہے۔

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھباً مابلغ مدّ احدھم ولا نصیفہ

حضرت امام احمدؒ سے کسی نے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ (دونوں آپس میں ماں بیٹا کا تعلق رکھتے ہیں) کی جنگ کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے اس میں محاکمہ کرنے سے گریز کیا اور خاموشی اختیار کی اور یہ آیت پڑھی:۔

تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون

صحابہ کرام کے بارے میں قرآن حکیم نے یہ تاکید فرمائی ہے کہ ان کے بعد آنے والوں کو ان کے حق میں نیک دعائیں اور اچھے خیالات رکھنے چاہئیں۔ نہ کہ ان کو اپنی زبانوں اور قلموں کا نشانہ بنائیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

والّذین جاءوا من بعدھم یقولون ربّنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاًّ للذین اٰمنوا

یعنی جو لوگ صحابہ کرامؓ کے بعد قیامت تک آنے والے ہیں وہ مستحق فئی کے مال کے ہیں اوران کے حالات واوصاف واقوال یہ ہیں کہ وہ اپنے اسلاف کے حق میں دعائیں کرتے اوران کی نیکی کا اعتراف کرتے ہیں اور خیر اور بھلائی کی طرف ان کی سبقت تسلیم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ کسی مومن کا بغض ہمارے دلوں میں نہ ڈال۔ اے اللہ! تو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے۔

یہ ہے صحابہ کرامؓ کے متعلق قرآن اور حدیث اور جمہور امت کا مسلک۔

اس لئے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف گیری اور اعتراض ان کے بعد آنے والوں کے لئے جائز نہیں۔

درج سوال اقتباسات اور نظریات مجموع من حیث المجموع اہلسنت والجماعت کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں۔ اس کا مولف قابل امامت نہیں۔ عوام اور خواص کو اس سے تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔ اور اس کی تالیف جس میں اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نشانہ بنایا گیا ہے قابل **ضبط** ہے اور اس کے مطالعہ سے ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے۔ ہٰذا واللہ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی۔ ۱۳ صفر ۱۴۰۱ھ

دارالافتاء۔ دارالعلوم
تعلیم القرآن۔ راولپنڈی

۹

رائے گرامی جناب محقق زماں حضرت مفتی **محمد عیسیٰ** مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

الجواب۔ قال شیخ الاسلام فی کتابہ منہاج السنۃ۔ واذا کان ھٰذا اصلھم (ای اصل اھل السنۃ) فیقولون ما ذکر عن اصحابۃ من السیئات کثیرۃ کذب وکثیر منھم کانوا مجتہدین فیہ ولکن لا یعرف کثیر منھم وجہ اجتہادھم ..... الی ان قال..... والعلم بتفاصیل احوال کل واحد منھم باطنا وظاھرا وحسناتہ وسیئاتہ واجتھادہ امر یتعذر علینا معرفۃ فکان کلامنا فیما لا نعلم۔ والکلام بلا علم حرام فلھٰذا کان الامساک عما شجر بین الصحابۃ خیرا من الخوض فی ذالک بغیر علم بحقیقۃ الاحوال واذا کان کثیر من الخوض فی ذالک او اکثر کلاما بلا علم وھٰذا حرام لو لم یکن فیہ ھوی ومعارضۃ الحق المعلوم

فكيف اذا كان كلاما لهوى يطلب فيه وضع الحق المعلوم وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم القضاة ثلثة قاضيان فى النار وقاض فى الجنة رجل علم الحق وقضى به فهو فى الجنة ورجل علم الحق وقضى بخلافه فهو فى النار ورجل قضى للناس على جهل فهو فى النار فاذا كان هذا فى قضاء بين اثنين فى قليل المال وكثيره فكيف القضاء بين الصحابة بين الصحابة فى امور كثيرة فمن تكلم فى هذا الباب بجهل او بخلاف ما يعلم كان مستوجبا للوعيد۔ ولو تكلم بحق لقصد الهوى لا لوجه الله تعالى او يعارض به حقا آخر لكان ايضا مستوجبا للذم والعقاب ومن علم ما دل عليه القرآن والسنة من الثناء على القوم ورضا الله عنهم واستحقاقهم الجنة وانهم خير هذه الجنة التى هى خير امة اخرجت للناس لم يعارض هذا المتقين المعلوم بامور مشتبهة منها ما لا يعلم صحته ومنها ما يتبين كذبه ومنها ما لم يعلم كيف وقع ومنها ما يعلم عذر القوم فيه ومنها يعلم توبتهم فيه ومنها ما يعلم ان لهم من الحسنات ما يغمره فمن سلك سبيل اهل الجنة استقام قوله وكان من اهل الحق والاستقامة والاعتدال والا حصل فى جهل ونقص وتناقض كمال هؤلاء الضلال الى الروافض (ج۳ ص۱۶۴)

یعنی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں:۔

جب اہلسنت کے نزدیک قانون یہ ہے پس جو کچھ صحابہؓ کی برائیاں ذکر کی جاتی ہیں۔ زیادہ تر جھوٹ ہیں۔ اور اکثر ان صحابہؓ میں مجتہد تھے۔ لیکن اکثر لوگ وجہ اجتہاد ان کی نہیں جانتے ... آگے فرماتے ہیں:۔

اور تفصیلی علم ان میں سے ہر ایک کے حالات کا ظاہراً و باطناً۔ اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کا علم اور ان کے اجتہاد کو جاننا ہم پر مشکل ہے۔ لہٰذا ہماری اس کے متعلق کلام ایسی ہو گی جیسے ہم غیر معمولی باتوں کے بارے میں کہتے ہیں۔ اور بلا علم کلام حرام ہے۔ لہٰذا مشاجرات صحابہؓ کے بارے میں خاموشی اس میں بغیر علم حقیقت حال کے بحث کرنے سے بہتر ہے۔ اور جب اکثر بحثیں یا اکثر کلام بلا علم ہے تو یہ حرام ہے اگرچہ اس میں خواہش نفس اور حق معلوم کا مقابلہ نہ ہو۔ پھر یہ کیسے حرام نہ ہو گا جب کہ خواہش نفس سے جس میں حق معلوم کو گرانا مقصود ہو۔ حالاں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قاضی تین قسم کے ہیں۔ دو جہنم میں اور ایک جنت میں ہو گا۔ وہ شخص جس نے حق سمجھ کر اس کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنت میں ہو گا۔ اور وہ جس نے حق جان کر خلاف فیصلہ کیا وہ بھی جہنم میں ہو گا۔ اور جس نے نہ حق سمجھا پھر بھی فیصلہ کیا وہ بھی جہنم میں ہو گا۔ جب یہ حکم دو آدمیوں کے درمیان تھوڑے بہت مال کے فیصلہ کے بارے میں ہے۔ پھر کس طرح صحابہ کرامؓ کے درمیان بے شمار معاملوں میں فیصلہ

دینا حرام نہ ہوگا۔ پس جس نے ان کے متعلق نادانی سے یا جان کر غلط فیصلہ کیا وہ اس
وعید کا مستحق ہے۔ اگر سچی بات خواہش نفس سے بغیر رضا جوئی اللہ تعالیٰ کے کی
یا اس کے ذریعہ دوسرے حق سے معارضہ کرے تو بھی مستوجب ذم اور عتاب ہو
گا اور جو شخص قرآن و سنت میں ان صحابہ کے متعلق تعریف کو جانتا ہے اور رضا
الٰہی اور ان کا مستحق جنت ہونا۔ ان کا اس امت سے افضل ہونا جو تمام امتوں سے
افضل ہے تو وہ ان فضائل کے پیش نظر جو یقینی اور معلوم ہیں کبھی مشتبہ امور
سے معارضہ نہ کرے گا جب کہ بعض امور میں ان کی صحت معلوم نہیں۔ بعض کا کذب
واضح ہے اور بعض کے متعلق پتہ نہیں کہ کیسے واقع ہوتے۔ بعض امور میں ان کا عذر
اور توبہ معلوم ہے اور بعض وہ ہیں جن کی نیکیاں ان کی خطاؤں کو ڈھانپ سکتی ہیں
پس جو شخص اہل جنت کی راہ چلتا ہے اپنی بات درست کرے گا۔ اور اہل حق
واہل استقامت واعتدال میں ہوگا۔ ورنہ جہالت نقض و تناقض میں روافض
کی طرح پڑے گا۔

مولانا عبد العزیز پرہاروی اپنی کتاب مرام الکلام فی عقائد الاسلام میں صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کے مناقشات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ومذهب اهل الحق ان تلك الحروب صادرة عن الاجتهاد والصواب
مع علیؓ والمجتهد المخطی غیر ماخوذ بل ماجور فی الحدیث
الصحیح فیجب علینا الکف عن طعن الفریقین وتفویض

امرهم الی الله تعالیٰ بل قد نهی السلف عن ذکر مشاجرهم مخافة
ان یوجب سوء الظن باحد الفریقین (ص ۴۰)

یعنی مذہب اہل حق یہ ہے کہ یہ لڑائیاں اجتہاد کے تحت ہوئیں۔ حق ان میں حضرت
علیؓ کے ساتھ ہے۔ مجتہد مخطی پر مواخذہ نہیں۔ بلکہ صحیح حدیث کی رو سے اسے
بھی اجر ہے۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ فریقین پر طعن کرنے سے باز رہیں اور ان کا
معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ بلکہ سلفؒ نے جو مشاجرات صحابہؓ کے ذکر سے
بھی منع کیا ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں کسی ایک فریق کے بارے میں بدظنی نہ کر بیٹھے۔
تمام سلف و خلف فقہا اور محدثین کرام یہی فرماتے چلے آئے ہیں۔

والواجب فی ذالك كف اللسان الا بخیر

صحابہ کرامؓ کے بارے میں رائے زنی اور محاکمہ اور طعن کرنا بلا دلیل اور بغیر علم
کے حرام ہے۔ اور ایسا شخص جو اس امر کے درپے ہو فاسق اور بدعتی ہے۔ اہلسنت
کا مخالف ہے۔ ایسے لوگ خواہ مخواہ اٹکل اور قیاس کی ٹانگ اڑاتے ہیں۔ وہ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کے مخالفین اور اپنے فرقہ کے لوگوں کی غلط اور کبیرہ باتوں سے
چشم پوشی کا جرم کرتے ہیں۔

قال شیخ الاسلام فی المنهاج ولا تجد احدا یعظم شیئا من
زلاتهم الا وهو یغضی عما هو اکبر من ذالك من زلاتهم
وهذا من اعظم الجهل والظلم وهولاء الرافضة یقدحون

فیھم بصغائرھم وھم یغضون عن الکبائر والکفر ممن یداونھم
الکفار والمنافقین کالیھود والنصریٰ والمشرکین والاسماعیلیہ
والنصیریہ (۲۶ ص ۲۰۰)

لہٰذا مذکورہ بالا محولہ عبارات "استخلاف یزید" اہلسنت کے نظریات نہیں ہیں۔ ایسا شخص اہلسنت کے معتقدات کا مخالف ہے۔ اپنی رائے سے صحابہؓ پر زبانِ طعن دراز کرتا ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز کو علماء وفقہا نے مکروہ تحریمہ لکھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عیسیٰ عفی عنہ۔ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۸ ربیع الاخری ۱۴۰۱ھ

۱۰

فقیہِ دوران جناب مفتی **عبدالرؤف** صاحب۔ دارالعلوم کراچی

۱- اگر واقعی مذکورہ بالا باتیں کسی شخص کا عقیدہ اور نظریات ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اہلسنت والجماعت کا جو عقیدہ ہے اس سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

۲- ہرگز نہیں۔

۳- جو شخص مذکورہ بالا نظریات کا پابند ہو۔ اس کی امامت مکروہ ہے۔ البتہ علیحدہ بغیر جماعت نماز پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرنا بہتر ہے اور اس کی بنا پر ترک جماعت درست نہیں۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ **عبدالرؤف** سکھروی
دارالافتاء۔ دارالعلوم کراچی
۲۳-۱۲-۱۴۰۰ھ

مہر نمبر ۱۷۵۶
دارالافتاء دارالعلوم کراچی
پاکستان

۱۱

نقل رائے گرامی ترجمان اہلسنت مولانا السید نور الحسن شاہ بخاری مدظلہ العالی

حضرات محترم! دامت عنایاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید لعل شاہ صاحب کی "تالیف" استخلاف یزید" ارسال فرمائی تھی۔ آپ حضرات نے بھی اس بارے میں اظہار رائے کے متعلق تحریر فرمایا۔ مگر میری صحت کا اب یہ حال ہے کہ اتنی طویل مدت گزرنے پر بھی اس کتاب کو بالاستیعاب نہ پڑھ سکا۔ ایک تو اب میری صحت اس کی متحمل نہیں۔ دوسرے کتاب ۲۰۰ بڑے صفحات پر مشتمل ہے۔ اتنی بڑی کتاب کا شروع سے آخر تک مطالعہ کرنا آپ ایسے باہمت نوجوانوں کا کام ہے۔ میرے ایسے ضعیف اور ناتواں انسان کے بس کی بات نہیں۔

آپ نے بڑا اچھا کیا کہ چودہ پندرہ مقامات کی نشان دہی فرما کر میری مشکل آسان کردی۔

میں نے ان تمام مقامات کو اصل کتاب سے دیکھا۔ نقل میں آپ نے انتہائی دیانت سے کام لیا ہے۔ مگر میرے نزدیک ان میں اکثر مقامات سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے آخر ایک فاضل مصنف جب کسی عنوان پر قلم اٹھاتا ہے تو کہیں کہیں شاہوار قلم کا ٹھوکر کھا جانا مستبعد نہیں۔ اور ایک فاضل قاری کو ایسی معمولی لغزشوں سے درگزر کرنا پڑتا ہے۔

مجھے آپ حضرات کے نشان کردہ مقامات میں ایک ایسا مقام ملا ہے جہاں میں حضرت مصنف کے ساتھ اپنے حسن ظن اور ان کی علمی تحقیق کو قدر کی نگاہ سے دیکھنے کے باوجود قلبی اطمینان و سکون کے ساتھ آگے نہ بڑھ سکا۔

وہ ان کا درج ذیل بیان ہے:۔

"ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ ۴۱ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اور ۴۴ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں۔ اور تادم زیست اس سے زیادہ اہم کسی مسئلہ کو نہیں سمجھا۔ جلیل القدر صحابہ رضہ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے کچھ صحابہؓ آثار فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے۔ بعض کی آواز سفک دماء اور خون ریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئی۔

کچھ رؤسا مناصب کی وجہ سے مجبور تھے۔ بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے داغ دی گئیں۔ اور بعض کی دہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کر دی گئی۔ اور بعض کو حرص و آز نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں رواں دواں اور استحکام ولایت یزید کے لئے کوشاں تھے۔ مناصب و عہود کی خاطر وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں۔ آخران کی سعی مشکور بار آور ہوتی ہے۔ اور یزید بن معاویہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہو چکی تھی۔ پوری امت پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (استخلاف یزید صد ۳۱۶)

میں عرض کرتا ہوں کہ یہاں حضرت شاہ صاحب نے مسلک حق اہلسنت سے صاف گریز فرمایا۔ اور انہوں نے اول تو دشمنان صحابہؓ روافض کی پیروی اختیار کی ورنہ کم از کم مودودی صاحب کا طرز عمل اختیار کیا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں ہر جگہ اپنے ہم عصر مصنفین کو "تسنن" سے ہٹ جانے پر مطعون کیا ہے۔ مگر کیا وہ خود یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ انداز سخن اہل سنت کے کس ذمہ دار بزرگ نے اختیار کیا ہے؟

دراصل حضرت شاہ صاحب سید بخاری ہیں اور ایک سید کے لئے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے انصاف کرنا مشکل ہے۔

سواد اعظم اہل سنت برصغیر پاک و ہند کے محسن اعظم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رقم طراز ہیں:۔

"باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ یکے از اصحاب آں حضرت بود (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب فضیلت جلیلہ در زمرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوء ظن نکنی و در ورطہ سب او نہ افتنی۔ تا مرتکب حرام نشوی۔" (ازالۃ الخفاء باب فتن)

ترجمہ۔ جاننا چاہئے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اصحاب رسولؐ سے ایک تھے۔ اور جماعت صحابہؓ میں بہت بڑی فضیلت کے مالک تھے۔ تم ہرگز ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا۔ اور ان کے سب کے گرداب میں نہ پڑنا۔ تاکہ فعل حرام کے مرتکب نہ ہونا۔

اب فاضل مصنف سے دریافت کیا جائے کہ

"آپ کے مطالعہ کا حاصل" حضرت سیدنا معاویہ رضؓ سے سوء ظن پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر یہ سوء ظن نہیں تو براہ کرم ۴۴ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں اور تا دم زیست اس سے زیادہ اہم کسی مسئلہ کو نہیں سمجھا۔ کی نشان دہی کروا دیجئے کہ یہ الفاظ اہل سنت کے کس بزرگ نے کہاں لکھے ہیں۔

ہمارا تو یہی خیال ہے کہ یہ نہ آپ کا حضرت معاویہؓ کے متعلق "حسن ظن" ہی ہے۔ ورنہ آپ کے مطالعہ میں یزید کی ولی عہدی کے متعلق فلسفہ تاریخ کے امام علامہ ابن خلدونؒ کی توجیہہ یقیناً آئی ہو گی۔ اور آپ کے اور میرے شیخ العرب

والعیم حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہٗ نے اس اقدام
کی جو توجیہہ اپنے مکتوبات عالیہ میں فرمائی ہے۔ آپ اسے قبول کر کے حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے تیز و تند جذبات کی تسکین و تبرید کا سامان
بہم پہنچا سکتے تھے۔ مگر آپ نے تسنّن کا دعویٰ کرتے ہوئے دائرہ تسنّن سے نکل
جانے کو بہتر سمجھا۔ پھر اتنا بھی نہ سوچا کہ اس منطق سے آپ نے صرف سیدنا معاویہؓ
کو ذبح نہیں کیا بلکہ جمیع صحابہ کرام کے گلے پر چھری پھیر دی ہے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

عجب ہے کہ لوگ اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کرتے وقت یہ کیوں بھول جاتے ہیں
کہ اس مرحلہ پر تو السابقون الاولون حتیٰ کہ بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ میں شریک اور
مہاجرین اوّلین شرکاء بدر و احد اور احزاب و حنین میں دادِ شجاعت دینے
والے اور حمایت و حفاظت اسلام میں سر دھڑ کی بازی لگا دینے والے یارانِ
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کثیر تعداد موجود تھی۔ کیا وہ سینکڑوں سربکف
صحابہ کرامؓ اپنے سامنے اسلام کا استیصال اور دین کا قلع قمع ہوتے دیکھتے
رہے اور ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ کیا انہوں نے اسی دن کے لئے
جگر کا خون دے دے کر اسلام کے بوٹے پالے تھے۔
اگر حضرت شاہ صاحب کی یہ بدگمانی صحیح ہے۔ اور پھر بعد کی ساری منطق

حضرت معاویہؓ کے ساتھ جمیع اصحاب رسولؐ کے گھر کچھ نہیں بچتا۔ معاذ اللہ ثم
معاذ اللہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

والسّلام مع الاکرام

دعاگو
سیّد نور الحسن بخاری
قدیر آباد ———— ملتان
۲۲ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

دیوبندی گستاخِ صحابہ مولوی کی کتاب کے اصل صفحات

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و

استخلاف یزید

بجواب

تحقیق مزید علی خلافۃ معاویہ و یزید

مُصَنّفَہ

سید لعل شاہ بخاری تجاوز عن ذنبہ الباری

خطیب مدنی مسجد لیاقت علی چوک اڈہ کینٹ

ہنوں نے میرے اور ابو عبیدہؓ کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا کو تم ان میں سے جس کی چاہو بیعت کر لو (یہ مشورہ کی بات ہے) لیکن میں نے خود حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی (یہ امام بخاریؒ کے الفاظ میں فلتہ یعنی اچانک بغیر مشورہ کے بیعت ہے) پھر تمام لوگ ٹوٹ پڑے اور انہوں نے بھی بیعت کرلی

صحیح بخاری کی اس طویل روایت میں تصریح ہے کہ تخلف منا علی والزبیر واصحابھما کہ ہم سے علی اور زبیر اور ان کے اصحاب متخلف ہو گئے کہ مجلس مشاورت میں حاضر نہیں تھے۔ نیز فرمایا کہ اگر ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کا معاملہ اس عجلت سے نہ کرتے اور انصار سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تو ہمارے لئے پھر دو صورتیں تھیں یا سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور ان کے تابع ہو جاتے جو ہمیں گوارا نہیں تھا یا مخالفت کرتے تو فتنہ و فساد پیدا ہو جاتا (یہ صورت پہلی صورت سے بھی بدتر تھی) اسلئے میں نے عجلت کی اور صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ خبردار کوئی شخص مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر بیعت نہ کرے ورنہ اسکی بیعت نہ کی جائے گی۔ اور دونوں کے قتل کا اندیشہ ہے۔

ملخص من صحیح بخاری ص۱۰۰۹ و ص۱۰۱۰ جلد ثانی

راقم السطور کہتا ہے کہ رحمت خداوندی نے دستگیری کی۔ امت صدیق اکبرؓ کی بیعت پر متفق ہو گئی۔ اگر بالفرض ان پر امت متفق نہ ہوتی اور بیعت خلافت کے لئے وہ تلوار اٹھاتے تو وہ بھی یقیناً ملوکیت ہوتی، خلافت راشدہ نہ ہوتی ولکن لیقضی اللہ امرا کان مفعولا وعد اللہ الذین آمنو وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے سچا کر دیا اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی (کہ عائشہ یابی اللہ والمسلمون الا ان یکون ابابکر) اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے، سچی ہو گئی۔ فللہ الحمد فی الاولی والآخرہ۔

اگر کوفہ و بصرہ کے لوگ غدار تھے تو کیا آپ کے والی اتنی بھی حیثیت نہ رکھتے تھے کہ آپ کے طلب کرنے پر دو دو چار چار ہزار آدمی فوج کشی کے لیے بھیج دیتے؟ صحیح روایت ہے۔ جو سیدنا حسن رضؓ کی صلح کے تحت آگے بیان ہو گی کہ آپ حضرت حسن رضؓ کے جھنڈے تلے انہی اہل عراق میں سے لڑنے کے لیے ایک طاقتور فوج جمع ہو گئی تھی تو بڑا تعجب ہے کہ سیدنا علی رضؓ کو فوج میسر نہ آ سکی" حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص ۱۲۱

لیکن بڑا تعجب ہے کہ پروفیسر صاحب نے اپنے اس حقیقت افروز بیان کے بعد وہ روایتیں درج کتاب کر لی ہیں جو بالکل اس بیان سے متضاد ہیں مثلاً زہیر ابن الاقمر کی روایت ص ۱۵۴ پر هل هذا الا تهافته۔

اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو حضرت علی رضؓ کی شان میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی البتہ قوم کی شقاوت اور بدنصیبی ہوتی کہ اس نے امام برحق خلیفہ راشد کی اطاعت سے سرتابی کی ہے۔ حضرت موسےٰ کلیم اللہ اگر قوم کی بدعنوانیوں سے تنگ آ کر پکار اٹھتے ہیں کہ رب لا املك الانفسی واخی فافرق بيننا وبين القوم الفاسقين تو بتایئے ان کی نبوت میں کونسا فرق آیا۔

عباسی کے باطل دعاوی

۱۔ عباسی صاحب کا یہ ارشاد کہ (کتاب و سنت نے کوئی دستور اساسی نہیں دیا) تبصرہ محمودی منہاج اول ادعاء باطل ہے

کتاب و سنت نے دستور اساسی دیا ہے

مندرجہ آیات کریمہ میں معیار اہلیت کا بیان ہے:۔

راقم السطور مکرر عرض کرتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے وقت انصار موجود تھے اور سعد ابن عبادہ کے بغیر جمیع انصار نے بیعت کر لی تھی اور مہاجرین کے بعض معتمد علیہ افراد موجود تھے جنہوں نے برموقعہ بیعت کر لی تھی اور جو برموقعہ موجود نہ تھے انہوں نے بھی بعد میں بیعت کر لی تھی۔ البتہ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عباسؓ کے قلوب مکدر رہتے کہ ہم سے بے اعتنائی برتی گئی ہمیں مشورہ میں نہیں بلایا گیا حالانکہ ہم اس امر کے مستحق تھے۔ لیکن حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان اس بارہ میں غیر مبہم ہے کہ اگر ہم بعجلت معاملہ نہ کرتے اور مشورہ تک معاملہ ملتوی کرتے تو فساد کا اندیشہ تھا، تاہم حضرت عمرؓ کو زندگی بھر اس کوتاہی کا ملال رہا۔ چنانچہ جب کلب عقور نے انہیں زخمی کیا اور آپ قریبِ مرگ ہو گئے، اصحاب رسول عیادت کو حاضر ہو رہے تھے ابن عم رسول حضرت ابن عباسؓ بھی تشریف لائے دیکھا تو حضرت عمرؓ کو متاسف پایا گویا کسی ذہنی کشمکش اور کرب و اضطراب میں ہیں۔ عرض کیا کہ امیر المومنین یہ کیا جزع فزع ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن مصاحبت کی ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو کر گئے ہیں، پھر ابوبکر کی مصاحبت کی، وہ بھی آپ کی حسن مصاحبت سے راضی گئے پھر مسلمانوں سے آپ کی صحبت کا یہی حال رہا اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے وہ سب آپ سے راضی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ساری باتیں جو تو نے کی ہیں درست ہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ مجھ سے راضی گئے (ما تری بی من جزعی فھو من اجلک ومن اجل اصحابک) لیکن تو جو کچھ میری جزع دیکھ رہا ہے وہ تیری وجہ سے ہے اور تیرے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آخری وقت جب کہ انسان کو اپنی کوتاہیاں سامنے نظر آتی ہیں امیر المومنین

بخاری ص ۵۲۱ ج ۱

حضرت عمرؓ کے سامنے اپنی صرف ایک کوتاہی ہی تھی کہ انہوں نے بیعت ابی بکرؓ کے وقت حضرت عباسؓ اور ان کے اصحاب علیؓ و زبیرؓ کو مشاورت میں شامل نہیں کیا جسکی عذر خواہی وہ آخری جمعہ کی تقریر میں بھی کر چکے تھے لیکن جس مصلحت کے پیش نظر انہوں نے تساہل کیا وہ بمراتب احسن ہے۔

دستور اساسی کی دو اور شقیں

۱۔ عورتیں خلیفہ نہیں بن سکتی

اس سلسلہ میں ایک روایت پہلے ذکر ہو چکی ہے جس میں وامورکم الی النسآء فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا جب تمہارے امور عورتوں کے ہاتھ میں آجائیں تو تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہو گی۔

دوسری روایت صحیح بخاری ص میں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوئی جنہوں نے اپنے امور کا والی عورت کو بنا دیا ہو۔

۲۔ طالب امارت و خلافت کو امارت و خلافت نہ تفویض کی جائے

۱۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا واللہ لانولی علی عملنا ھٰذا احدا ساء لہ او حرصہ واللہ ہم اپنے اس عمل پر کسی ایسے شخص کو والی نہیں بناتے جو اس کا طالب یا حریص ہو۔ صحیح بخاری ص ۱۰۵۸ ج ۲

۲۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اخونکم عندنا من طلبہ (ابوداؤد کتاب الامارہ) ہمارے نزدیک وہ سب سے زیادہ خائن ہے جو اس امارت کا طالب ہو۔

علامہ دمیری نے بھی ایک قابل عبرت واقعہ نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو:-

فلما بلغ معاویۃ موتہ سمع تکبیرۃ من الخضراء فکبر اھل الشام لذالک التکبیرۃ فقالت فاختۃ بنت قرظۃ لمعاویۃ اقر اللہ عینک ما الذی کبرت لاجلہ فقال مات الحسن فقالت اعلیٰ موت ابن فاطمہ تکبر فقال واللہ ما کبرت شماتۃ موتہ ولکن استراح قلبی

حیوۃ الحیوان الکبریٰ ص ۲۳ ج ۱

حضرت معاویہ رض کو حضرت حسن رض کی موت کی خبر پہنچی تو خضراء یعنی قصر معاویہ رض سے اللہ اکبر کی بلند آواز سنی گئی پس تمام اہل شام نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا فاختہ بنت قرظہ حضرت معاویہ کی بیوی نے حضرت معاویہ کو کہا اللہ تیری آنکھیں ٹھنڈی کرے کونسی چیز پر تو نے تکبیر کہی ہے حضرت معاویہ نے کہا کہ حسن رض فوت ہو گیا ہے پس اس نے کہا کہ فاطمہ کے بیٹے کی موت پر خوشیاں ہو رہی ہیں کہ نعرے لگائے جا رہے ہیں پس حضرت معاویہ نے کہا مجھے اسکے مرنیکی خوشی نہیں لیکن میرے دل نے راحت حاصل کی ہے۔

دوسری چیز جس نے حضرت معاویہ رض کے عہدِ حکومت کو خلافت کے نہج سے ہٹایا ہے وہ بیت المال کا استعمال ہے

حضرت معاویہ رض کے عہد حکومت میں "بیت المال" کا استعمال خلفائے راشدین کے طریقہ پر نہیں تھا۔ اس مسئلہ میں بھی ہم تاریخی روایات سے قطع نظر کرکے کتب احادیث کی محکم روایات سے استناد کریں گے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عبد رب الکعبہ سے روایت ہے

یہ روایت عبارۃ النص سے دلالت کرتی ہے کہ امام کی اطاعت مشروط ہے کہ جب وہ اللہ کی اطاعت کا حکم دیں اور اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیں ورنہ "لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق" اس روایت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص برائے استحکام حکومت معاویہؓ وہ احادیث روایت فرماتے تھے جن میں اطاعتِ امیر کی ترغیب و تحضیض پائی جاتی ہو۔ اس ضمن میں عبدالرحمٰن ابن عبد رب الکعبہ اور حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص کے سوال و جواب میں اس امر کی طرف تلویح و اشارہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے احکام میں اکل اموال اور قتل نفس کی بعض ایسی ناگوار صورتیں بھی ہیں، جنہیں عبدالرحمٰن ابن عبدرب الکعبہ باطل اور ناحق قرار دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص نے بھی تردید نہیں فرمائی بلکہ وہ حضرت عبدالرحمٰن کے سوال کے منشا کو پا گئے کہ اطاعتِ امیر مطلق اور غیر مشروط نہیں ہے۔ اسلئے انہوں نے جواب میں ان کی تردید نہیں کی بلکہ اپنے دعویٰ کو مقید کر دیا " اطعہ فی طاعۃ اللہ واعصہ فی معصیۃ اللہ" ورنہ وہ صاف کہہ سکتے تھے کہ حضرت معاویہؓ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا اے عبدالرحمٰن تم غلط سمجھے ہو وغیر ذالک

شارح مسلم امام نوویؒ نے یہ تاویل کی ہے کہ زمانۂ فتنہ کی بات ہے اور عبدالرحمٰن نے روایت ہذا کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ یہ حضرت معاویہ پر صادق آتی ہے۔

خراج وغیرہ لینا " اخذ المال بالباطل" ہوا اور ان کا قتال حضرت علیؓ کے ساتھ قتل ناحق کے تحت آگیا پس اسلئے سوال کیا :-

علی دین یقبل من اهله الحسنات — نہی عن المنکر وغیرہ حسنات مزید برآں

ویتجاوز لهم عن السیئات — ہیں اور میں ایسے دین پر مستقیم ہوں

فما جعلک ارجیٰ لرحمة الله — جس کے پیروکار کی حسنات مقبول اور

منی فقال المسور بن مخرمة فخصمنی — سیئات مغفور ہیں ۔

او کما قال (منہاج السنة ص۲۰۳ ج ۲ سیر الصحابة ص۱۲۶ ج ۶)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعمال صالح کا اندازہ ماسوائے علام الغیوب کے کون کر سکتا ہے اور کیا باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی چند لغزشوں اور عثرات کی وجہ سے ان کے یہ تمام حسنات ضائع ہو جائیں گے ؟ حالانکہ ضابطہ اس رب کریم غفور رحیم کے ہاں یہ ہے :-

۱۔ ان الله لا یضیع اجر المحسنین — اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا

۲۔ ان الحسنات یذهبن السیئات — حسنات سیئات کو لے جاتی ہے

۳۔ ان رحمتی سبقت غضبی — میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی

خلافت معاویہ بحیثیت مجموعی کے خیر ہونے پر ایک روایت سے استدلال

قال الهیثمی وفی روایة رجاله ثقات نعوذ بالله من رأس الستین وفی روایة نعوذ بالله من سنة الستین وامارة الصبیان ۔ — علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں کہ ہم پناہ مانگتے ہیں سنہ ۶۰ھ کے راس یعنی اختتام سے اور ایک روایت میں ہے سنہ ۶۰ھ اور امارت صبیان سے ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب سنہ ۶۰ھ میں وفات پائی اور یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ معلوم ہوا شر کی ابتدا سنہ ۶۰ھ میں امارت صبیان سے ہوئی

ہو جائے جو کہتے ہیں کہ یزید ابن معاویہ کی خلافت پر اسطرح اجماع ہوا تھا کہ پہلے کسی کی خلافت پر ایسا اجماع نہیں ہوا اور صحابہ نے بطیب خاطر یزید کی بیعت کی تھی ۔ (حضرت معاویہ رض شخصیت و کردار)

ہمارے مطالعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رض سنہ ۴۱ھ میں مسندِ خلافت پر متمکن ہو کر عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہیں اور سنہ ۵۶ھ میں عصبیت مضر کی پشت پناہی میں اپنے بیٹے کو نامزد کر دیتے ہیں اور تا دم زیست اس سے زیادہ کسی مسئلہ کو اہم نہیں سمجھا۔ جلیل القدر صحابہ پہلے ہی سیاست سے دست کش ہو چکے تھے۔ کچھ صحابہ اثارت فتنہ اور تفریق امت کے اندیشہ سے خاموش ہو گئے، بعض کی آواز سفک دماء اور خونریزی کے خوف سے حلقوم میں اٹک کر رہ گئی۔ کچھ رؤساء مناصب کی وجہ سے مجبور تھے، بعض کی زبانیں نقرئی مہروں سے داغ دی گئیں اور بعض کی دہن دوزی لقمہ ہائے چرب سے کر دی گئی اور بعض کو حرص و آز نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں رواں دواں اور استحکام ولایت یزید کے لئے کوشاں تھے، مناصب و عہود کی خاطر وفود کے وفود دمشق بھیجے جاتے ہیں، آخر انکی سعی نا مشکور بار آور ہوتی ہے اور یزید ابن معاویہ جس کے ہاتھوں امت کی تباہی مقدر ہو چکی تھی پوری امت پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح صادق المصدوق پیغمبر کی پیشگوئی سچی ہو جاتی ہے کہ (یہلک الناس ھذا الحی من قریش) کہ لوگوں کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کر دے گا۔ اور بالآخر لوگوں کے سامنے وہ منظر آ ہی گیا جسے بیان کرتے ہوئے زبان نبوت مرتعش ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا لو اعتزل الناس عنھم کاش لوگ ان سے جدا ہو جاتے۔ صحیح بخاری ص۱۰۴۶ ج۲ و ص۵۰۹ ج۱

لہ مقدمہ ابن خلدون [illegible] ۲ [illegible] صفحہ ۲۰۳ ، سے [illegible] کی کتاب کا صفحہ ۲۱۳ مزید دیکھیں تفسیر [illegible] مفتی محمد شفیع صاحب [illegible] ۱۱ / رسالہ [illegible] الدین [illegible] صفحہ ۹ [illegible]

ابن عباسؓ کا بیان نہیں سمجھ سکتے۔ امام مسلم اگر ذرا اور گہری نگاہ ڈالتے تو اسے کبھی اپنی کتاب میں جگہ نہ دیتے۔ (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۵۰)

پھر بر تقدیر صحت روایت کتابت معاویہ کا ثبوت بہم ہوتا ہے کتابت وحی کا استدلال اس روایت سے نہیں ہو سکتا۔ وذالک ظاھر۔

مندرجات بالا کے پیش نظر اقرب الی الاحتیاط یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو کاتب رسول کہا جائے کاتب وحی نہ کہا جائے۔ بالخصوص ان کلمات سے پرہیز کیا جائے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا (معاویہ یہ وحی نازل ہوئی ہے اسے لکھ) کیونکہ اس قسم کے کلمات موضوع اور افتراء ہیں، اندیشہ ہے کہ کہیں "من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار او کما قال" کی وعید میں داخل نہ ہو جائے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

تنبیہ کتابت وحی کے بارہ میں زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو ہمارے کتابچہ "حضرت معاویہؓ اور کتابت وحی" کا ملاحظہ فرمائیں جو عنقریب ہی منظر عام پر آرہا ہے۔

تنقیح ما نکر بہ علی معاویہ رضی اللہ عنہ

ان امور کی تنقیح جن کی وجہ سے حضرت معاویہ پر نکیر کی گئی ہے :۔

حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں :۔

وقد روی عن الحسن البصری انہ کان ینقم علی معاویہ اربعۃ اشیاء قتالہ علیا وقتلہ حجر ابن عدی واستلحاقہ زیاد ابن ابیہ ومبایعتہ	حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ پر چار چیزوں کی نقمت کرتے تھے حضرت علی کے ساتھ جنگ کرنا اور حجر ابن عدی کو قتل کرنا اور زیاد ابن ابیہ کے نسب کو اپنے باپ ابوسفیان

اس روایت میں محدثین کو سخت اشکال ہوا کیونکہ حضرت ام حبیبہ کا نکاح آپ سے ۶ھ میں ہو چکا تھا۔ اس وقت حضرت ابوسفیان مسلمان بھی نہ ہوئے تھے، پھر اس روایت میں ان کا یہ قول کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ (عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبہ) اس بنا پر ابن حزم نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ بعض محدثین نے اسکی تاویلات کی ہیں اور ابن حزم کو برا بھلا کہا کہ مسلم کی روایت کو موضوع کہہ دیا۔ حافظ ابن کثیر بھی ان تاویلات سے مطمئن نہیں تھے۔ انھوں نے اس اشکال کا حل تلاش کیا اور ابن حزم کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھ ڈالا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابوسفیان نے اخت ام حبیبہ کے نکاح کی بات کی تھی راوی سے لفظ اخت رہ گیا ہے اور اسکی تائید میں کتاب الرضاع کی ایک روایت پیش کی لیکن اشکال حل نہیں ہوا۔ کہ مسلم کی روایت میں نعم اور کتاب الرضاع کی روایت میں (ان ذالک لا یحل لی) کے الفاظ ہیں۔

میرے نزدیک اس روایت کا ایک جملہ بھی صحیح نہیں ہے، یہ روایت بجمیع اجزائہا و مقاصدہا باطل ہے۔ اسلئے کسی محدث نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے کا حوصلہ نہیں کیا، حیرت ہے کہ امام مسلم نے اسے اپنی صحیح میں کیسے جگہ دے دی اور تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر نے کیسے ان نازک شاخوں کو کتابت معاویہ کے آشیانہ کے لئے منتخب کیا ہے۔ ہم اس روایت کے بارہ میں علی احمد عباسی کے اس بیان کو نہایت وقیع سمجھتے ہیں کہ :۔

تعجب ہے کہ امام مسلم نے اسے کس طرح قبول کر لیا حالانکہ اس کا موضوع ہونا بدیہی ہے (حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی ص۲۸)

یہ حدیث کسی طرح بھی قابل قبول نہیں کہ ہم اسے کسی درجہ میں بھی سند نا

والعجب من الحافظ ابن عساکر کیف یورد فی تاریخہ ھذا البدایہ النہایہ ص۳۵۴ ج ۵

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں :۔

در شان معاویہ نیز روایات وضع کردہ اند علیہ رداء من نور الایمان ......

وامثال آں بسیار وضع کردہ اند و گفتہ اند (محدثین) کہ در اسانید آں جماعت اند کہ علم اند در وضع و افترا۔ شرح سفر السعادت ص۵۲۲

نیز زرقانی لایصح ص۳۲۲ ج ۲

فضل معاویہ رضؓ میں ضعیف روایات سے استناد

جاننا چاہیئے کہ محدثین کا اتفاق ہے حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں پورے ذخیرہ حدیث میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے علامہ مجدالدین فیروزآبادی سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں : باب فضل معاویہ لیس فیہ حدیث صحیح سفر السعادۃ ص۱۴۳

علامہ عجلونی نے کشف الخفاء ص۴۲۰ ج ۲ ، علامہ شوکانی نے الفوائد المجموعہ ص۴۰۱ ابن جوزی نے الموضوعات ص۲۴ ج ۲ ، ملا علی القاری نے الموضوعات الکبیر ص۱۶۹ اور علامہ سیوطی اللآلی المصنوعہ ص۲۴۴ ج ۱ میں بھی اسی طرح لکھا ہے ۔ نیز تنزیہ الشریعہ ج۲ ص، مجمع بحار الانوار ص۲۳۱ ج ۵ ، ضیاء النور ص۲۲۱

فتح الباری ص۱۰۴ ج ۱ ، منہاج السنہ ص۱۱ ج ۴ ، قسطلانی ص۶۶۴ ج ۷ ، تیسیر الباری ، تطہیر الجنان ، تحذیر العبقری ، ۲۷ اھ ۱۸

شیخ عبدالحق محدث الدہلوی فرماتے ہیں : گفتہ اند محدثین کہ ثابت نشدہ است در فضل معاویہؓ ہیچ حدیثے مدارج النبوۃ ص۶۸۵ ج ۲ اشعۃ اللمعات ص۷۱۶ ج ۴ ، شرح سفر السعادہ ص۵۲۲

محدثین کی مندرجہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ فضل معاویہ میں جو روایات مروی ہیں وہ یا تو موضوع ہیں یا ضعیف ، عام طور پر مشہور ہے کہ مناقب اور فضائل اعمال میں ضعیف روایات سے بھی استناد درست ہے لیکن یہ درست نہیں ہے ۔ ضعیف کی دو قسمیں ہیں ۱۔ حسن ۲۔ متروک ۔ قسم اول فضائل اعمال اور مناقب اصحاب میں مقبول ہے اور دوسری قسم مردود ہے علوم الحدیث ص۲۱۱ اعلام الموقعین ص۱۱۔

ترمذی کی روایت اللھم اجعل معاویہ ھادیا مھدیا اگرچہ پایۂ صحت تک

محدثین نے روایت نہیں کی تفرد به البخاری دون الکتب الستة (البدایۃ والنہایہ صد ۲۲۲ ج ۶) فلهذا اس روایت پر محدثانہ انتقاد اور محققانہ کلام کی گنجائش ہے۔

میرا دعوے ہے کہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ راوی کی خود ساخت ہے۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اول جیش - اوجبوا - مدینة قیصر مغفور لهم کے الفاظ نہیں فرمائے۔

دلیل اس دعویٰ کی یہ ہے، کہ حضرت ام حرام رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی یہ روایت حضرت انس رض اور عطاء ابن یسار رض سے بھی مروی ہے اور اس روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ حضرت انس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں :-

عن انس یقول کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یدخل علی ام حرام بنت ملحان فتطعمه وکانت ام حرام تحت عبادة ابن الصامت فدخل علیها رسول الله صلی الله علیه وسلم فاطعمته وجعلت تفلی رأسه فنام رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم استیقظ وهو یضحك فقلت ما یضحکك یا رسول الله قال ناس من امتی عرضوا علی غزاة فی سبیل الله

حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام رض پر داخل ہوتے تھے پس وہ آپ کو کھانا کھلاتی تھیں اور ام حرام رض عبادہ ابن الصامت کی زوجہ تھیں پس ایک روز آپ داخل ہوئے پس انہوں نے کھانا کھلایا اور آپ کی جوئیں دیکھنا شروع کردیں پس آپ سو گئے پھر بیدار ہوئے تو آپ ہنس رہے تھے۔ ام حرام رض فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسی چیز ہنسی کا باعث بنی، آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ

ناکام ہوگئے اور ان کی اپنی جماعت بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئی اور وہ بالکل بے بس اور مجبور ہوگئے۔ اپنی موت کی دعائیں کیں اور اپنے ساتھیوں کو بد دعائیں دیں وغیرہ ذالک من الخرافات۔

اس سلسلے میں جو کچھ عباسی صاحب نے لکھا ہے وہ بالکل لغو اور واہیات ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کی بیعت اہل حل و عقد نے مدینہ شہر میں کی اور وہ اہل السنۃ والجماعت کے عقیدے کے مطابق چوتھے اور برحق خلیفہ راشد ہیں قصاص عثمان کے نام سے غلط فہمی کی بنا پر ان سے جنگ جمل لڑی گئی اور اس جنگ میں بھی حضرت علی رض کامیاب ہوئے جسے عباسی جیسے دشمن اہل بیت بھی تسلیم کرتے ہیں۔

صفین کی جنگ جو حضرت معاویہ نے قصاص دم عثمان سے لڑی ہے، اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ کے تحت اس جنگ میں حضرت معاویہ باغی تھے۔ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رض کی بغاوت کرکے دم عثمان کی آڑ لی ہے اور جنگ کی ہے۔ بہرحال نتیجہ عباسی صاحب کا اعتراف ہے کہ حضرت معاویہ اور ان کی جماعت نے نیزوں پر مصاحف کو آویزاں کرکے مصالحت کا مطالبہ کیا ہے۔

راقم السطور کہتا ہے کہ حضرت علی رض نے حتی تفئ الی امر اللہ کی تعمیل میں جنگ بندی کا حکم دیا اور حکم مقرر کئے گئے۔

حضرت علی رض جنگ میں ناکام نہیں۔ جو لوگ حضرت علی رض سے الگ ہوئے وہ اسی بنا پر الگ ہوتے کہ معاویہ سے فیصلہ جنگ سے ہوتا۔ حضرت معاویہ اپنی شکست کو دیکھ رہے تھے اس لئے نیزوں پر قرآن کو آویزاں کیا۔

خوارج سے حضرت علی رض نے جو جنگ کی اس میں بھی وہ کامیاب ہوئے

لے خلفائے راشدین از مولانا عبدالشکور لکھنوی [illegible]

لینا اسلوب بلاغت ہے۔ یہ تین فقرے امیر یزید نے برجستہ اور فی البدیہہ کہے کہ لوگ پھڑک اٹھے روح فصاحت میں تازگی دوڑ گئی۔ انتہی (خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۵)

حضرت معاویہ کے محبوب فرزند نے جسے عباسی صاحب۔ الخطیب الاشدق ثابت کرنا چاہتے ہیں اپنے زور خطابت اور کمال فصاحت و بلاغت میں جہاں زیاد کی مٹی پلید کی ہے وہاں اپنے شفیق باپ جو اسے "فداک ابی و امی" کہہ کر بلائیں لیتے ہیں، ان کی سیاست کا بھی سارا بھرم کھول کر رکھ دیا ہے اور استلحاق زیاد کی ساری حقیقت صرف ایک فقرہ میں طشت از بام کر دی۔ محمود عباسی نے اس فقرہ کی مدح میں کچھ نہیں کہا حالانکہ یہی فقرہ اصل اصیل ہے جو ساری عبارت میں محوری حیثیت رکھتا ہے۔ اس فقرہ نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ زیاد اصل میں عبید غلام کا فرزند تھا۔ حضرت معاویہ نے اسکی نسب نقل کر کے ابوسفیان کے ساتھ لاحق کر دی۔ یزید کی زبانی بھی یہ کہانی معلوم ہو گئی کہ زیاد کو قضیہ استلحاق سے قبل زیاد ابن عبید کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حضرت معاویہ نے سمجھا کہ یزید جوش میں خدا جانے کیا کچھ کہہ جائے گا۔ اور راز ہائے سربستہ افشا ہو جائیں گے۔ فوراً "اجلس فداک ابی و امی" فرماتے ہیں اور پھر ناراض ہو جاتے ہیں تو اسکی توجیہہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ یزید نے اس سربستہ راز سے پردہ اٹھا دیا تھا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یزید اسوقت ہوش میں تھا یا مدہوش۔ مگر ہم اسکی حق گوئی کی سو بار قدر کرتے ہیں کہ

فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا
نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں

مقصد یہ ہے کہ یزید ابن معاویہ بھی اس استلحاق کو سیاست ہی سمجھتا تھا ورنہ نسب کا انتقال ظاہر ہے کہ ناممکن ہے۔ یزید ابن معاویہ کا دوسرا جملہ جو اوراق تواریخ میں محفوظ ہے اس حقیقت کو اور بھی واضح کر دیتا ہے وہ یہ ہے کہ جب سیدنا حسین رضی

عباسی صاحب نے حضرت امیر معاویہ رضؓ کو برحق تسلیم کیا اور حضرت علی رضؓ کو غلط سمجھا اور ان کی غلطی کو اجتہادی غلطی قرار دینے سے بھی انکار کیا۔

دونوں حضرات کی روش جمہور اہل السنۃ کے خلاف ہے لیکن جس ڈگر پر وہ گامزن ہوئے ہیں پہلی بار ان ہی کے قدموں نے اسے مس نہیں کیا بلکہ ان کے پیشروان سے پہلے ان راہوں کو اپنی روش سے مشرف فرما چکے ہیں۔ "وھم علیٰ آثارھم مقتدون" اور یہ انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں

عباسی صاحب نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ مروانیوں کا ایجاد کردہ ہے۔ اور مودودی صاحب جس راستہ پر چلے ہیں اس راستہ پر شیعہ اور معتزلہ کے قدموں کے نشان ملتے ہیں، البتہ بعض اہل السنۃ بھی شاید بھٹک کر اسی راہ پر آنکلے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت برقرار ہو گئی

حضرت امیر معاویہ رضؓ کے متعلق جمہور اہل سنت کی مذکورۃ الصدر آراء دورِ خلافت علی رضؓ میں ان کے خروج و قتال کے سلسلہ میں تھیں لیکن جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے مصالحت کر کے خلافت سے دست بردار ہو گئے اور ساری جماعت ان پر متفق ہو گئی تو ان کی بغاوت ختم ہو گئی اور بالاتفاق ان کی عدالت برقرار ہو گئی، ازاں بعد ان کی طرف فسق و فجور اور ظلم و تعدی کی نسبت کرنا ظلم و تعدی ہے۔

حضرت معاویہ رضؓ کا دورِ خلافت انقضائے خلافتِ راشدہ کا عبوری دور تھا اور وہ اسلام میں سب سے پہلے مَلِک (بادشاہ) تھے۔ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت امیر معاویہ سے مصالحت کے بعد اگرچہ عدالت امیر معاویہ کی برقرار ہو گئی اور خلافت بھی ان کو مفوض ہو گئی مگر تاہم ان کی خلافت

ملخصاً از ایشیا ص ۱۲ ستمبر ۱۹۶۲ء

تیسرا مطلب: کہ صحابہ کرام نہ تو معصوم تھے نہ فاسق۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی سے دو ایک یا چند غلطیاں سرزد ہو گئی ہوں لیکن تنبیہ کے بعد انہوں نے توبہ کر لی ہو اور اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہو۔ اسلئے وہ ان غلطیوں کی بنا پر فاسق قرار نہیں دیئے جا سکتے چنانچہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی صحابی نے گناہوں کو اپنی پالیسی بنا لیا ہو جس کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جا سکے۔

(البلاغ شمارہ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ ص ۶۷)

مجھے تقی صاحب کے بیان کردہ تیسرے مطلب اور مودودی صاحب کی تشریح میں نمایاں فرق نظر نہیں آتا لیکن شاید اسلئے کہ مودودی صاحب کی عبارات بعض صحابہ کے بارہ میں بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جارحانہ ہیں۔ اور حضرت عثمان ذی النورین کیطرف بھی نسبت خیانت مفہوم ہوتی ہے جناب تقی صاحب نے سمجھا کہ مودودی صاحب کے نزدیک دوسرا معنی مراد ہیں یعنی صحابہ کرام عملی زندگی میں معاذ اللہ فاسق بھی ہو سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ معنی ناقابل بیان حد تک خطرناک ہے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

اگر صحابہ کو عام زندگی میں فاسق قرار دیا جائے تو دین کے سارے عقائد و احکام خطرے میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری احادیث ہمیں انہیں کے واسطہ سے پہنچی ہیں اور اگر وہ عملی زندگی میں فاسق ہو سکتے ہیں تو پھر روایت حدیث کے معاملہ میں انہیں فرشتہ تسلیم کرنے کی کیا وجہ ہے۔ (البلاغ ذی الحجہ ص ۷۹)

خلافت و ملوکیت نیز مودودی صاحب کی دوسری کتابوں میں بھی بڑا غلیظ مواد موجود ہے اس پر جس قدر بھی غصہ کا اظہار کیا جائے درست ہے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ صحابہ کی عدول بحث میں مودودی صاحب نے کوئی نادرست بات نہیں لکھی۔ ہمارے نزدیک تقی صاحب کا منفردانہ قصور فہم او ناقص مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ اگر بالفرض سارے صحابہ عادل نہ بھی ہوتے جب بھی دین کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اگر سارے تابعی عادل نہیں ہیں تو دین کی عمارت میں کوئی شگاف پیدا نہیں ہوا تو سارے صحابہ کے عادل نہ ہونے سے کیسے دین کی عمارت پیوند خاک ہو جاتی جبکہ دین کی مدار روایات پر ہے۔ اور تسلیم کر لیا گیا ہے

کہ روایت حدیث کے بارہ میں سبھی صحابہ عادل ہیں۔

اگر مودودی صاحب کے بیان کردہ مطلب سے دین کی عمارت گرتی ہے تو آپ کو یقین کرلینا چاہیئے کہ پھر دین کی عمارت اس سے قبل مولانا عبدالحی لکھنوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گرا چکے ہیں۔

مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

سوال :۔ در عقیدۂ اہل السنت (الصحابۃ کلہم عدول) مراد از عدالت چیست؟

جواب :۔ ایں عقیدہ نہ در کتب قدیمہ عقائد است نہ در کتب علم کلام بلکہ ایں فقرہ را محدثین در اصول حدیث بمقام بیان تعدیل طبقات رواۃ مے آرند و کسے کہ ایں را در عقائد درج کردہ است از ہمانجا آوردہ باشد و مراد از عدالت پرہیز کردن از قصد کذب در روایت است و فی الحقیقت تمام صحابہ متصف عدالت کذائی بودند کذب علی النبی ﷺ را اشد گناہ پنداشتند (مجموعہ فتاوی جلد سوم صـ۱۳)

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :۔

اور وہ جو کتب اصولیہ میں لکھا ہوا ہے کہ الصحابۃ کلہم عدول اس سے مراد یہ ہے کہ صحابہ تمامی روایت حدیث میں مامون و معتبر ہیں اور انہوں سے کوئی کذب روایت حدیث میں زنہار ثابت نہیں ہوا جیسا کہ تجربہ اور تحقیق میں بھی نہیں آیا ہے (فتاویٰ عزیزیہ صـ۲۵۲)

شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ پر ہی موقوف نہیں بلکہ عبدالوہاب عبداللطیف صاحب نے تدریب الراوی شرح النواوی کے حاشیہ میں عدالت صحابہ کے چھ معنے شمار کئے ہیں اور چھٹا معنی جسے شاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی و دیگر محدثین کی آراء سے مؤید و موثق کیا ہے وہ یہی معنی ہے۔ شرح الشرح نخبۃ الفکر صـ۸۱، حاشیہ طحاوی شرح مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، جمع الجوامع، تدوین الحدیث، المودودی دستور لمولانا مدنی۔

آراء الاجلہ رحمھم اللہ

(کتاب استخلاف یزید کے متعلق بعض علماء کرام کی آراء گرامی)۔

۱۔ حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری۔ ۵ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ
۱۹ مئی ۱۹۸۳ء
مرکزی جامع مسجد گجرات
شاہ فیصل گیٹ۔

محترم و مکرم جناب سینیئر سول جج صاحب (ضلع اٹک) زید مجدہٗ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گزارش ہے کہ فریقین (حضرت مولینا سید لعل شاہ صاحب بخاری مدعی فریق اوّل اور حضرت مولینا عبد السلام اور ان کے دیگر رفقاء و حضرات مدعا علیہم فریق ثانی) نے آپکی عدالت عالیہ میں بندہ کو ثالث تسلیم کیا پھر فریقین نے مجھے مطلع بھی کردیا۔ بندہ نے باوجود علالت شدیدہ عدالت عالیہ کا ایماء پاکر بدل وجان منظور کرلیا۔

جناب کی مقرر کردہ تاریخ ۹۔۵۔۸۳ پر فریق اول حضرت مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری مدعی مع اپنے رفقاء، علماء کرام بندہ کے پاس بوقت آٹھ بجے صبح پہنچ گئے۔ لیکن فریق ثانی حضرت مولینا عبد السلام صاحب اور انکے رفقاء کرام مدعا علیھم چھ بجے شام تک نہ پہنچے۔

چھ بجے شام کے بعد حضرت مولینا عبد السلام صاحب اور حضرت مولینا محمد صابر صاحب بندہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور معذرت کی کہ حضرت مولینا عبد القدیر صاحب اور حضرت مفتی عبد الرشید صاحب و دیگر ہمارے رفقاء گجرات حاضر ہونے سے انکاری ہیں۔ بندہ نے یہ [illegible]

"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" پڑھا اور ان سے کہا "افسوس صد ہزار افسوس" آپکو اور آپکے رفقاء حضرات کو عدالت عالیہ نے انتہائی ہمدردی اور خیر خواہی سے یہ زریں موقع عنایت کیا جس میں آپ حضرات کی باعزت مفاہمت اور صحیح فیصلہ کی صورت ضرور نکل آتی۔ لیکن آپ حضرات نے عدالت عالیہ کے حکم کی عمداً خلاف ورزی اور ناقدر شناسی کرکے یہ بہترین موقعہ ضائع کردیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

۲۔ میں نے فریق اول حضرت مولینا سید لعل شاہ صاحب بخاری مدعی کی کتاب استخلاف یزید اور اس کے خلاف فریق ثانی حضرت مولینا عبد السلام صاحب اور ان کے رفقاء مفتیان کرام مدعا علیھم کی شائع کردہ کتاب القول السدید کا دیانت و امانت سے مطالعہ کیا ہے۔ مدعی مذکور کی کتاب استخلاف یزید کیوجہ سے اس کے مصنف حضرت مولینا سید لعل شاہ صاحب بخاری کو بے علم، ماؤف دماغ، انتہائی سوقیانہ حرکت کا مرتکب، مانند عوام کالانعام نفسانی خواہش کا متبع، خبیث باطن مانند ملحدین، بدباطن، نامعقول حرکت کا مرتکب، متعصب جیسے سنگین مضمون اور صریح توہین آمیز الفاظ سے مشہور کرنا (جیسا کہ فریق ثانی مدعا علیھم کی کتاب القول السدید میں درج ہیں۔) انتہائی زیادتی ہے اور کتاب استخلاف یزید کے مصنف حضرت مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری کی عزت و آبرو اور انکی نیک شہرت کو شدید ترین مجروح کرنا ہے

۳۔ اور کتاب استخلاف یزید کی بناپر اسکے مصنف حضرت مولینا سید لعل شاہ صاحب بخاری …پر اہل سنت سے خارج، ناقابل امامت اور شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانا (جیسا کہ فریق ثانی مدعا علیھم کی کتاب القول السدید میں موجود ہے) صریح ناانصافی، خلاف عدل اور حدود شریعت اسلامیہ سے بے حد تجاوز ہے۔

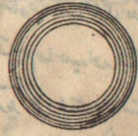
اناللہ وانا الیہ راجعون۔

"لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا۔ اعدلوا۔ ھو اقرب للتقوی"
القرآن چھ پ۔

"واذا قلتم فاعدلوا" القرآن۔

علمائے کرام کی ضد اور حسد سے اگر یہ حالت اور روش ہو تو
چوں کفر از کعبہ برخیزد۔ کجا ماند مسلمانی۔

والسلام ورحمۃ اللہ
عنایت اللہ۔



۲۔ حضرت مولینا محمد عبد الرشید نعمانی صاحب، استاذ درجہ تخصص جامعۃ العلوم الاسلامیہ۔ بنوری ٹاؤن کراچی۔

میں نے آج رسالہ "القول السدید فی جواب استخلاف یزید" کے جملہ اقتباسات اصل کتاب سے ملا کر دیکھے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ استفتاء اور جواب استفتاء میں جو تاثر ان اقتباسات کے بارے میں دیا گیا ہے وہ اصل کتاب کے مطالعہ سے ہرگز پیدا نہیں ہوتا الا یہ کہ آدمی ناصبی ہو تو اور بات ہے۔ غالباً ارباب فتاوی نے اصل کتاب سے مراجعت نہیں کی۔ اور اگر واقعی اہل فتوی نے بہ نفس نفیس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے یہ فتوی دیا ہے تو جائے تعجب ہے۔ یا للعجب ولضیعۃ الادب۔

کسی مشہور مصنف کی اصل عبارت کو اسکے سیاق و سباق سے کاٹ کر اس پر فتوی لینا اور اہل فتوی کا اصل سے مراجعت کے بغیر فتوی دے دینا شرمناک جسارت ہے۔ جو اہل دیانت و انصاف کا شیوہ نہیں۔

مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری ایک محقق عالم ہیں، سنی حنفی ہیں۔ ان کی تصانیف قابل قدر ہیں۔ جو ان کی بالغ نظری کی شہادت دیتی ہیں۔ ایسے شخص پر شیعیت کا الزام شہادتِ زور ہے۔ ان کی تصنیفات سے یہ بات قطعاً ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالی انکو عمر طویل عطا فرمائے اور مزید دینی خدمات کی توفیق بخشے۔ ان کا وجود مغتنم ہے۔

مولانا ممدوح بحمد اللہ زندہ و سلامت ہیں۔ اگر مفتیان کرام فتوی صادر کرنے سے پہلے خود ان سے اس سلسلہ میں مراجعت کر لیتے تو بہتر ہوتا۔ بہر حال الانصاف خیر الاوصاف اب بھی موقع ہے۔ مولانا کی کتاب کا غائر نظر سے ٹھنڈے دل سے مطالعہ فرمائیں اور جہاں اشکال ہو خود ان سے دریافت کر لیں اور اپنے فتاوی پر نظرِ ثانی فرمائیں۔ اور اگر ضد و نفسانیت درمیان میں ہے تو اسکا کوئی علاج نہیں۔

یوں مصنف کی رائے سے ہر محقق کو اختلاف کا حق حاصل ہے۔ مگر اختلاف دلائل کی بنا پر ہونا چاہئے۔ ضد اور نفسانیت کی بناء پر نہیں۔ ہر مصنف سے غلطی بھی ہو سکتی ہے اور تعبیر میں کوتاہی بھی۔ مگر اس سے اس کا بد باطن اور بد عقیدہ ہونا ثابت نہیں ہوا کرتا کہ

ہیچ نفس بشر خالی از خطا نہ بود   مثل مشہور ہے من صنف فقد استھدف۔ مولانا بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

محمد عبد الرشید نعمانی عفر اللہ لہ



۳۔ حضرت مولانا عبد المتین صاحب۔

حضرت مولانا سید لعل شاہ صاحب کی متنازع فیہ کتاب میں نے اکثر دیکھی ہے۔ اور ان مواضع کو غور سے دیکھا جن میں اعتراض کیا گیا ہے۔ میں نے اس کو

اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف نہیں پایا۔ بلکہ شاہ صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حقِ صحبت اور اس کے اعزاز کا پورا حق ادا کیا ہے۔ البتہ استخلافِ یزید کے متعلق احقاقِ حق کے لئے جو تحقیق تحریر میں لائی گئی ہے، اور مخالفین کا رد فرمایا گیا ہے وہ قابلِ اعتراض نہیں بلکہ قابلِ داد ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کررہ احقر الانام عبد المتین غفر لہ

شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الشرعیہ ریلوے کالونی

ویسٹریج راولپنڈی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

10-2-83

مولانا کے صاحبزادے احمد سعید صاحب خطیب کوہاٹ چھاؤنی (زادہ اللہ بقاء وصلاحا) اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"بوساطت والدِ محترم حضرت مولانا عبد المتین صاحب (شیخ الحدیث بجامعۃ العلوم الشرعیہ ویسٹریج راولپنڈی) آپکی تصنیف شدہ چند معرکۃ الآراء کتب ملی ہیں۔ "بشریتِ رسولؐ" کی تو نظیر ہی نہیں۔ گویا آپ نے کماحقہٗ تحقیق کرکے بریلیوں پر اتمام حجت کردی ہے۔ لیکن شاعر نے کیا خوب کہا۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ استخلافِ یزید بجواب تحقیق مزید علی خلافۃ معاویہؓ ویزید میں بھی آپکے قلم نے بیش قیمت گوہر بکھیرے ہیں۔ میں آپکے زورِ قلم وسعتِ مطالعہ وعلم اور پوری تحقیق کی داد دیتا ہوں۔ بعض معاندین کے اعتراضات بے جا ہیں۔

میں آپ کی اکثر کتب کا بنظرِ غائر مطالعہ کرچکا ہوں۔ بے حد پسند آئی ہیں"۔